ماہنامہ
پیام عرفات
رائے بریلی

رمضان-ہر شخص کی ترقی کا ضامن

''رمضان ہر سال ہر شخص کو اپنی سطح سے ترقی دینے کے لیے آتا ہے، جو شخص جس سطح تک پہنچ گیا ہے، خواہ وہ سطح کتنی ہی بلند کیوں نہ ہو، اس سے بلند کرنے کی طاقت اس میں موجود ہے۔ ہر شخص عمل، روحانیت، ذکر و عبادت، تعلق باللہ، اخلاص، جفاکشی و مجاہدہ، زہد و قناعت، ایثار، غمخواری اور مواساۃ کی جس منزل و مقام پر بھی ہے، ہر نیا رمضان اس کو اس سے آگے بڑھانے کے لیے اور زیادہ بلند منزل کا شوق دلانے کے لیے آتا ہے۔ رمضان کی ساخت، رمضان کا نظام، رمضان کے اجزاء، رمضان کے مشاغل اور رمضان کا ماحول ایسا بنایا گیا ہے کہ ہر شخص کو اپنے کو ترقی دینے کا موقع حاصل ہوتا ہے۔''

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

مركز الإمام أبي الحسن الندوي
دارِ عرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی

رمضان حیاتِ نو کا آغاز

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ (سابق صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ)

”رمضان میں ایک بات طے کرنے کی یہ ہے کہ جو حقوق العباد ہمارے ذمہ ہیں، ان کو سوچ کر کے اور ارادہ کر لے کہ اب ان کو ادا کریں گے، جس کا جو حق ہے اسے دیں گے، اور ہم سے جو کوتاہیاں ہوئی ہیں ان سے بچیں گے اور توبہ واستغفار بھی کریں گے۔

اس رمضان سے آئندہ زندگی کا نیا نقشہ بنائیں گے کہ ایک زندگی شروع ہوتی ہے ولادت سے، ایک زندگی شروع ہوتی ہے بلوغ سے، ایک زندگی شروع ہوتی ہے کسی مدرسہ سے فراغت حاصل کرکے، ایک زندگی شروع ہوتی ہے حج سے، اور ایک زندگی شروع ہوتی ہے رمضان سے بھی۔ آپ یہ ارادہ کریں کہ اب اس رمضان سے نمازوں کی پابندی اس سے زیادہ کریں گے جتنی کرتے تھے، اس سے پہلے تو جماعت کبھی چھوٹ جاتی تھی، کبھی تاخیر ہو جاتی تھی، کبھی سو جاتے تھے، اب جماعت کا اور اہتمام والتزام کریں گے۔ یہ ارادہ آپ اسی رمضان میں کیجیے۔

اور ایسے میں جو شرعی حقوق آپ پر واجب ہوتے ہیں، میراث کے ہیں، ترکہ کے ہیں، جائداد کے ہیں، اور ساجھے کی تجارت کے ہیں، ان کا بھی ارادہ اسی رمضان میں کیجیے کہ ہم انشاء اللہ وہ اپنے ذمہ نہیں رکھیں گے، ان کو ادا کریں گے۔

اور یہ ارادہ بھی کیجیے کہ ہم اسی رمضان کے بعد زیادہ سے زیادہ دینی معلومات حاصل کریں گے، دینی کتابیں پڑھیں گے، دینی صحبتوں میں بیٹھیں گے، تبلیغ میں جائیں گے، یا علماء کی مجلس میں بیٹھیں گے، یا اللہ کے نیک بندوں کی زیارت کے لیے جائیں گے۔

یہ سب ارادے اس رمضان میں کیجیے تب یہ رمضان آپ کی زندگی میں انقلابی رمضان ہوگا، انقلاب انگیز، عہد آفریں، اس سے ایک نئی زندگی شروع ہوگی، اور رمضان سے نئی زندگی شروع ہونی چاہیے۔

آج اتنا ہی ضروری ہے کہ آپ اپنی نیت صحیح کرلیں اور ایماناً واحتساباً جو کہا گیا ہے کہ اللہ کے وعدوں پر یقین کرتے ہوئے اور اس کے اجر وثواب کی لالچ میں ہم روزے رکھ رہے ہیں، اس کو ذرا ذہن میں تازہ کرلیجیے، تو اس کا ثواب بہت ہوگا۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: لوگ وضو کرتے ہیں اور ان کو خیال نہیں ہوتا، حالانکہ حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ ہاتھ دھوتا ہے تو ہاتھ سے جو کچھ گناہ ہوئے ہیں اور جو کوتاہیاں ہوئیں اور سیئات ہوئے اور صغائر ہوئے ہیں، سب معاف ہو جاتے ہیں، منہ پر پانی ڈالتا ہے تو آنکھوں سے جو کچھ کوتاہیاں ہوئی ہیں، زبان سے ہوئی ہیں، وہ معاف ہو جاتی ہیں۔ اس کا کسی کو خیال ہی نہیں ہوتا، بس وہ بالکل جیسے کسی چیز کا مشینی آٹومیٹک طریقہ ہوتا ہے، تو ہمارا وضو بھی مشینی ہو گیا ہے، اور اللہ معاف کرے، بہت سے لوگوں کی نمازیں بھی مشینی ہو گئی ہیں۔ آئے اور کھڑے ہوئے اور اللہ اکبر کہا، کچھ خیال نہیں، ہم کس کے سامنے کھڑے ہیں؟ یہ کون سی نماز ہے؟ اس کا کیا ثواب ہے؟ کیا اجر ہے؟ پھر اس میں جو پڑھا جاتا ہے، اگر تنہا پڑھ رہا ہے تو اس پر غور کرے، اگر کسی جہری نماز میں امام کے پیچھے ہے تو قرأت پر غور کرے۔

یہ سب چیزیں سانچے میں ڈھل کر بالکل طبعی، عادتی اور خود کار ہو گئی ہیں؛ ان سب چیزوں میں اسی رمضان سے آپ کی زندگی میں کوئی اچھی تبدیلی وترقی آنی چاہیے۔“

(رمضان المبارک اور اس کے تقاضے، صفحہ ۵۰، ۵۱)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اردو اور ہندی میں ایک ساتھ شائع ہونے والا

پیامِ عرفات

مرکز الامام أبی الحسن الندوی
دارعرفات تکیہ کلاں رائے بریلی (یوپی)

جلد: ۸ — جون-جولائی ۲۰۱۶ء — شمارہ: ۶-۷

سرپرست: حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہٗ (صدر، دارعرفات)
نگراں: مولانا محمد واضح رشید حسنی ندوی مدظلہٗ (جنرل سکریٹری، دارعرفات)

مجلس ادارت
بلال عبدالحی حسنی ندوی | مفتی راشد حسین ندوی | عبدالسبحان ناخدا ندوی
محمود حسن حسنی ندوی | محمد حسن ندوی

معاون ادارت
محمد نفیس خاں ندوی

رمضان کے روزے

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾

(اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے، عجب نہیں کہ تم متقی بن جاؤ)

(البقرۃ: ۱۸۳)

ماہانہ زرتعاون: Rs.10/-
www.abulhasanalinadwi.org
سالانہ زرتعاون: Rs.100/-

پرنٹر پبلشر محمد حسن ندوی نے ایس، اے، آفسیٹ پرنٹرس، مسجد کے پیچھے، پھاٹک عبداللہ خاں، سبزی منڈی، اسٹیشن روڈ، رائے بریلی سے طبع کرا کر دفتر ''پیام عرفات'' مرکز الامام أبی الحسن الندوي، دارِعرفات، تکیہ کلاں رائے بریلی سے شائع کیا۔
E-Mail- markazulimam@gmail.com

فہرس

ایک کڑوا سچ (اداریہ)............۳
بلال عبدالحی حسنی ندوی............

روزہ کا مقصد............۴
حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ............

زکاۃ-اہمیت وفوائد............۶
مولانا سید عبداللہ حسنی ندویؒ............

تقویٰ-رمضان المبارک کا تحفہ............۹
مولانا خالد سیف اللہ رحمانی............

رمضان المبارک اور احتساب نفس............۱۱
بلال عبدالحی حسنی ندوی............

قرآن کریم-کتاب مبارک............۱۳
عبدالسبحان ناخداندوی............

جماعت وامامت-فضائل واحکام............۱۶
مفتی راشد حسین ندوی............

مسلمانوں کے لیے لائحۂ عمل............۱۸
مولانا عزیز الحسن صدیقی............

نام کے روزہ دار............۲۰
محمد ارمغان بدایونی ندوی............

رمضان المبارک کے مختلف مسائل............۲۱

اعتکاف-چند ضروری مسائل............۲۵

زکوۃ-فضائل ومسائل............۲۷

قیام امن یا امریکی دہشت گردی............۳۱
محمد نفیس خاں ندوی............

فصل گل ہے ماہ رمضاں

نتیجۂ فکر: **مولانا محمد ثانی حسنیؒ**

ہو مبارک آگئی باد نسیم مشکبار
دیر ہی ہے وہ خبر آنے کو ہے فصل بہار

مست و بے خود ہو رہے ہیں آج مرغان چمن
مدتوں سے کر رہے تھے فصل گل کا انتظار

فصل گل آنے کو ہے لے کر بہار بے خزاں
آنے والا ہے گلستاں کے ہر اک گل پر نکھار

فصل گل ہے ماہ رمضاں، اہل ایماں کے لیے
ماہ یہ ہے اہل دل کے واسطے فصلِ بہار

اہل ایماں کے دلوں کی کھلنے والی ہے کلی
آرہی ہے جوش پر اب رحمتِ پروردگار

زیب تن کرنے کو ہیں اصحاب دل نوری قبا
ہونے والی ہے ردائے شیطنیت تار تار

دن کو روزہ شام کو افطار پھر شب کو قیام
اہل دل کا اس مہینہ میں ہے یہی اک روزگار

بے خبر کیا جانے لذت سحری و افطار کی
روزہ داروں پر ہے صرف اسکی حقیقت آشکار

اس مہینہ میں جن پر ہوگی تیری رحمت کی نگاہ
اے خدا ان خوش نصیبوں میں ہمارا ہو شمار

مدیر کے قلم سے

ایک کڑوا سچ!

بلال عبدالحی حسنی ندوی

ہمارے ملک کی بنیاد جمہوریت (Democracy) پر پڑی اور اس کے لیے یہ ایک بڑا امتیاز رہا ہے، یہاں مختلف قومیں آباد ہیں اور مختلف مذاہب کے اور تہذیبوں کے ماننے والے ہمیشہ سے یہاں رہے ہیں، اس ملک نے سب کو گلے لگایا، اس کے علاوہ اس کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ یہاں ہمیشہ کمزوروں کو ان کا حق دیا گیا اور سب کے لیے دروازے کھلے رکھے گئے، لیکن آج کا ایک کڑوا سچ یہ ہے کہ یہ صورت حال آہستہ آہستہ بدلتی جارہی ہے، اور ملک کیپٹلزم (Capitalism) کی طرف بڑھ رہا ہے، گہری نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ کس طرح کمزور اور معمولی کاروبار رکھنے والے اس کا شکار ہوئے تھے اور متوسط طبقہ کے لوگ بلکہ اپر کلاس کے لوگ بھی اس کا شکار بنتے جارہے ہیں، پورے ملک میں ایک عجیب صورت حال پیدا ہورہی ہے، لوگوں کے کاروبار ٹھپ ہورہے ہیں، مایوسی پھیل رہی ہے، اور اس کے نتیجہ میں خودکشی کا رجحان بڑھ رہا ہے، یہ چیز پورے ملک کے لیے ایک خطرہ بنتی جارہی ہے اور اس مسئلہ پر غور نہ کیا گیا اور ملک کے بہی خواہوں نے اس کے سدباب کی کوششیں نہ کیں تو پورا ملک خطرہ میں پڑ سکتا ہے، یہ چند خودغرضانہ ذہن رکھنے والوں کی ایک لابی ہے جو اپنے فائدہ کے لیے ملک کا سودا کرنے کو تیار ہے، اور یہ قصہ نیا نہیں ہے، اس کا آغاز اس وقت ہوا تھا جب یہاں حکومتی سطح پر اسرائیل سے روابط قائم ہونا شروع ہوئے تھے، یہ ذہن حقیقت میں وہیں کا پیداوار ہے، اور اس برآمد کئے ہوئے غیرانسانی فکر کو آج اس ملک میں تھوپا جارہا ہے، شاید ایک وقت وہ آنے والا ہے کہ صرف دوچار کمپنیوں کے ہاتھ میں پورے ملک کی باگ ڈور ہوگی اور جمہوریت کا پوری طرح خون کردیا جائے گا، اور شاید اس وقت نہ کسی کے پاس بولنے کے لیے زبان ہوگی اور نہ لکھنے کے لیے قلم۔

ملک کا دانشور طبقہ اور وہ طبقہ جس کو ہر قیمت میں ملک کا مفاد عزیز ہوا کرتا تھا آج اس کی بھی بولی لگائی جارہی ہے، اور لگتا ہے کہ ہر حقیقت اس ملک میں مرگئی ہے، صرف دو حقیقتیں زندہ ہیں، ایک مال کی محبت اور دوسرے فرقہ وارانہ منافرت، اس کے لیے آدمی سب کچھ کرنے کو تیار ہے، پورے ملک کا اس کے لیے سودا کیا جاسکتا ہے۔

ملک کی آزادی کے لیے جن لوگوں نے قربانیاں دی تھیں، آج ان کے افکار ونظریات پیچھے چلے گئے، انہوں نے ملک کو جن بنیادوں پر کھڑا کیا تھا وہ بنیادیں ڈھائی جارہی ہیں اور کسی کو یہ خیال نہیں اس کا نتیجہ کیا ہونے والا ہے، سچا اور کھلا ذہن رکھنے والوں کی اگر نیند اڑ جاتی تو تعجب کی بات نہ تھی، کشتی ہچکولے لے رہی ہو اور اس کے سوار آرام کی نیند سو رہے ہوں اور ان کو انجام کا ذرا بھی احساس نہ ہو، مسئلہ یہاں رہنے والی کسی قوم یا کسی مذہب کا نہیں ہے، مسئلہ پورے ملک کا ہے، ان اصولوں کا ہے جن پر ملک ترقی کی راہ پر گامزن رہا ہے، لیکن آج کی صورت حال بالکل غبارہ کی طرح نظر آرہی ہے، مختلف عناوین کے ذریعہ سے سادہ لوح لوگوں کو بہلایا جارہا ہے، اور ان کو حقائق سے بےخبر رکھنے کی کوششیں جاری ہیں، غبارہ کی ہوا کب نکل جائے گی کچھ کہا نہیں جاسکتا۔

اس خطرناک صورت حال میں ہوش کے ناخن لینے کی ضرورت ہے، ماضی وحال سے آگاہ ہونے کی اور تدبیر کرنے کی ضرورت ہے، ملک اگر ان صحیح اصولوں پر قائم رہے گا، جو اس کے لیے وضع کئے گئے تھے تو حالات بہتر ہوں گے ورنہ اس ملک کا خدا ہی حافظ ہے!

ضرورت ہے کہ کھلا اور صحیح ذہن رکھنے والے میدان میں آئیں اور سیاسی قائدین کو خبردار کریں، گاڑی کس سمت کی طرف جارہی ہے اور آگے کیسی خطرناک کھائیاں ہیں، اگر یہ احساس بیدار نہ کیا گیا تو چند ناعاقبت اندیش قائدین کے ہاتھوں پورا ملک تباہی کا شکار ہوجائے گا، تباہی سب کی ہوگی، خود وہ لوگ جو اپنے فائدہ کے لیے ملک کا سودا کررہے ہیں وہ بھول گئے ملک کی تباہی یہاں کے باشندوں کی تباہی ہے نہ کوئی قوم بچے گی اور نہ کسی کمیونٹی کی خیر ہے، جس کشتی پر ہم سب سوار ہیں وہ ڈوبی تو سب مریں گے، ضرورت ہے کہ ملک کو مضبوط کیا جائے اور اس کے رخ کو درست کیا جائے۔

روزہ کا مقصد

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ

اس دنیا میں بسنے والے ہر انسان پر اللہ تعالیٰ کے احسانات کو شمار کرنا دور کی بات ہے، کماحقہ ان کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، نہ ہی انسان کو ان احسانات کا اس طرح خیال رہتا ہے جیسا کہ مطلوب ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے مختلف جگہوں پر اپنے علم ورحم کا ذکر کیا ہے، یہ بتایا ہے کہ ہم بہت رحم کرنے والے ہیں، تمہارے کرتوتوں پر، بہت جاننے والے ہیں تمہارے اعمال کو، گویا انسان کی بداعمالی کے نتیجہ میں قدرت الٰہی سے یہ بات بعید نہ تھی کہ اس دنیا کو ختم کردیا جاتا مگر یہ اس کا رحم ہے کہ اس نے دنیا قائم رکھی، اپنے انعامات سے نوازا، البتہ اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ ان نعمتوں کا حق ادا کرنے کی طرف خیال کرو، اور وہ اس طرح ہوگا کہ تم اللہ کی نافرمانی نہ کرو، اس کی دی ہوئی چیزوں سے ویسا ہی فائدہ اٹھاؤ جیسا کہ حکم ہے، اس کے حکم کے مطابق نماز، روزہ، زکاۃ، حج ادا کرو، ان تمام امور میں بھی تمام انسانوں کی ایسی رعایت رکھی گئی ہے، جس سے بڑھ کر رعایت کا تصور نہیں کیا جاسکتا، حج جو کہ مشکل امر تھا، اس کے متعلق بیان کیا گیا کہ حج اس شخص پر فرض ہے جو وہاں تک جانے کی صلاحیت رکھتا ہو، راستہ میں کسی قسم کی کوئی رکاوٹ نہ ہو، ایسے شخص کے متعلق فرمایا گیا کہ اس پر زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے، اسی طرح زکاۃ کے متعلق فرمایا گیا کہ زکاۃ سال میں ایک مرتبہ ان لوگوں کو نکالنا ہے جن پر اتنا مال ہو جس کی مقدار میں سال گذرنے پر زکاۃ واجب ہوتی ہے، روزے جو سال بھر رکھنا مشکل تھے، ان کے متعلق کہا گیا کہ صرف سال میں ایک مہینہ رکھنا ہیں، اس میں بھی معذور و بیمار اور مسافر کو رخصت دی گئی ہے، اور اس کے مقابل کیا چیز ادا کی جائے، اس کو بتایا گیا ہے، اسی طرح نماز ہے کہ چوبیس گھنٹہ میں پانچ وقت کی نماز پڑھنا کسی کے لیے مشکل امر نہیں، بلکہ وقتاً فوقتاً نماز کے اس نظام سے جسم مزید تازہ ہوجاتا ہے۔

یہ وہ امور ہیں جن کے بجالانے سے انسان اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار وشکر گزار بندہ کہلاتا ہے، یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ انعامات الٰہیہ کی اس کو قدر ہے، حقیقت بھی یہ ہے کہ انسان کو ان تمام احکام پر بھرپور عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، کیونکہ انسانی زندگی کے ہر ہر موڑ پر اللہ رب العزت کے انسان کے ساتھ اتنے احسانات ہیں جن کا احصاء ممکن نہیں، اگر کھیتوں سے غلہ کی پیداوار کم ہوجائے، زمین سے اگنے کی صلاحیت مفقود ہوجائے تو کون سی ایسی صلاحیت ہے جو زمین سے غلہ نکال سکے، اسی طرح زمین سے پانی نکلنا بند ہوجائے، پانی زمین کے اندر چلا جائے تو کون سی ایسی طاقت ہے جو زمین سے بورنگ کرکر کے پانی باہر نکال دے، اسی طرح اگر وہ فضا جس میں ہم سانس لیتے ہیں گندی ہوجائے، اس میں خدا کی طرف سے خود بخود صفائی کا جو نظام ہے وہ معطل ہوجائے تو کون سی ایسی ایجاد ہے جو تمام دنیا کو سانس دلا سکے، اگر ہوا میں صفائی کا قدرتی نظام ختم کردیا جائے تو چند لمحوں میں انسان مرجائے گا، اسی طرح انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے امراض سے مدافعت کی جو قوت رکھی ہے اگر یہ قوت مدافعت ختم ہوجائے تو معلوم ہوگا کہ انسان ایڈ کا شکار ہوجائے گا، چند ہی دنوں میں وہ اس دنیا سے چل بسے گا، یہ الگ بات ہے کہ اس مہلک مرض کا سبب عموماً انسان کا فطری راستہ سے ہٹنا، اور بے حیائی و شیطنت والے راستہ کو اختیار کرنا ہوتا ہے، اسی طرح انسان وہ لباس جو زیب تن کرتا ہے، اس میں بھی اللہ رب العزت ہی کا احسان ہے کہ اس نے نہ جانے کتنے مراحل سے گذار کر بندہ تک عمدہ لباس پہنچایا، غرض کہ معلوم یہ ہوا کہ ہر انسان پر اللہ تعالیٰ کی اس قدر نعمتیں ہیں، جن کا انسان خیال بھی نہیں کرسکتا، اس لیے ہمہ وقت یہ کوشش ہونی چاہیے کہ گرچہ ہم اللہ رب العزت کے احسانات کو شمار نہیں کرسکتے، البتہ اس کے بتائے ہوئے جو احکامات ہیں ان پر چلنے کی مکمل کوشش کریں، اور اس کے اندر یہ بھی خیال رہنا چاہیے کہ ہمیں اپنے اندر ذرا بھی عجب محسوس نہ ہو، یہ نہ خیال ہو کہ ہم بہت بڑے عبادت گذار یا شکر گزار بندے ہیں۔

پرانی قوموں میں کسی بزرگ کا واقعہ آتا ہے کہ انہوں نے مکمل ستر سال تک اللہ رب العزت کی کسی جگہ پر بیٹھ کر عبادت کی، ایک دن یہ خیال ہوا کہ اس وقت انسانوں میں ہم سے بڑھ کر کوئی عبادت گذار اور پہنچا ہوا بندہ نہیں ہے، ہمارے لیے تو بغیر کسی حساب کے

جنت طے ہے، چنانچہ ان کو خواب میں ایک عجیب وغریب منظر نظر آیا، وہ دیکھتے ہیں کہ ہم کسی لق ودق صحرا میں ہیں، جہاں نہ سایہ ہے، نہ پانی، صرف دھوپ وتپش ہی تپش ہے، کہیں سر چھپانے تک کی جگہ میسر نہیں، ایسے میں ان کی حالت دگرگوں ہوجاتی ہے، اور پیاس سے برا حال ہوجاتا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زندگی کی آخری سانسیں چل رہی ہوں، اتنے میں ایک شخص ہاتھ میں پانی کا کٹورا لیے نظر آتا ہے، یہ اس کو دیکھ کر اس کی طرف لپکتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اپنے پانی کا یہ پیالہ ہم کو دے دو، اس وقت ہمیں پانی کی شدید ضرورت ہے، وہ شخص کہتا ہے کہ یہ پانی قیمت میں ملتا ہے، اور اس کی قیمت ستر سال کی عبادت ہے، اگر تم ستر سال کی عبادت کے بدلہ یہ پانی خریدنا چاہو تو لے سکتے ہو، چنانچہ یہ صاحب ستر سال کی عبادت دے کر وہ پانی کا کٹورا لے لیتے ہیں، اس پر ان کو خدا کی طرف سے تنبیہ کی جاتی ہے کہ تم نے اپنی ستر سال کی عبادت پانی کے ایک کٹورے کے بدلہ دے دی، تو ہم نے زندگی میں نہ جانے تم کو کتنے کٹورے پانی مفت میں پلایا، کیا اس کی قیمت ادا کرسکتے ہو؟ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اللہ رب العزت کی عبادت کرکے، اس کا شکر گزار بندہ بن کر اپنے دل میں اس طرح کے خیالات رکھتا ہے تو ہرگز درست نہیں، حقیقت تو یہ ہے کہ انسان کبھی بھی اللہ رب العزت کے احسانات کا بدلہ نہیں چکا سکتا، اسی لیے انسان جتنا مکلف تھا، اتنے کا حکم دے دیا کہ تم فلاں فلاں کام کرلو، اس سے تم عند اللہ صالح وشکر گزار بندے مانے جاؤ گے، لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ ہم کو اپنی مصروفیات سے فرصت نہیں ملتی، انعامات الٰہیہ پر شکر ادا کرنے کا خیال بھی نہیں ہوتا، یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ تمام نعمتیں ہماری محنت کا صلہ ہے، یہ ہماری ذاتی محنت کا نتیجہ ہیں۔

قرآن مجید میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کی جان و مال کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا ہے، گویا اہل ایمان کو خریدنے میں قیمت جنت کی صورت میں عطا کی گئی ہے، جہاں بے شمار نعمتیں ہوں گی، ایسی نعمتیں ہوں گی جو کبھی ختم نہ ہوں، دنیوی نعمتیں تو انسان کو چند گھنٹوں یا کچھ دنوں تک کے لیے میسر ہوتی ہیں، لیکن اخروی نعمتیں ایسی ہوں گی جو سرمدی ہوں گی، قرآن مجید کے اس فرمان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ نے صاحبان ایمان سے ان کے جان و مال کو خرید لیا ہے تو اب ان کو یہ حق نہیں کہ وہ اس میں ذرا بھی تصرف سے کام لیں، بلکہ ان کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ امانت داری کا بھرپور ثبوت دیں، جیسا کہ کوئی شخص بازار سے کوئی سامان خریدے، اور اس کے بعد اسی دوکاندار سے کہے کہ اس وقت تم اس سامان کو رکھو، اس کو استعمال کرو، کچھ عرصہ بعد ہم اپنا سامان واپس لے لیں گے، اب اس سامان کے ساتھ وہ دوکاندار ایک شریفانہ معاملہ ہی کرے گا، اس کو اپنی چیز تصور نہیں کرے گا، اس کے ذہن میں یہ بات ہوگی کہ یہ کسی دوسرے کی ملکیت ہے، اگر اس میں کوئی نقص پیدا کیا تو کل اس کے سامنے جوابدہ ہونا ہوگا، گویا جس طرح یہاں اس دوکاندار کو اس امانت کا احساس ہے، اس سے کہیں بڑھ کر ہر کلمہ گو کو اس بات کا یقین ہونا چاہیے کہ ہماری جان و مال ہمارا اپنا نہیں کہ ہم اس میں جیسا چاہیں تصرف کریں، بلکہ ہم کو وہی کرنا ہے جو اللہ رب العزت کا حکم ہوگا، عبادات و معاملات میں اس نے جو احکامات دیئے ہیں انہیں پر عمل پیرا رہنا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے اور اس پر مرتب ہونے والے اجر وثواب کا ایک بہترین و زریں موقع رمضان المبارک کا مہینہ ہے، جس میں عام دنوں کے مقابلہ میں ملنے والے اجر وثواب کو بڑھا دیا جاتا ہے، چونکہ ہماری عمریں بہت مختصر ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ مہینہ عطا کیا ہے، کیونکہ ہم اپنی ان مختصر عمروں میں بہت زیادہ اچھے اعمال نہیں کرسکتے تھے، اس لیے ایسا مہینہ عطا کردیا کہ اس میں عمر کے مختصر ہونے کے باوجود ہمارے اچھے اعمال کا ایک بڑا ذخیرہ ہوجائے گا، البتہ یہ بات طے ہے کہ یہ ذخیرہ انسان کے عمل کرنے سے ہی ہوگا، محض دعوے یا زبانی طور پر مسلمان کہہ دینے سے ایسا نہیں ہوسکتا، بلکہ جن اعمال پر جنت ملنے کا وعدہ ہے، ان اعمال کے کرنے سے ہی ذخیرہ ہوسکتا ہے، کیونکہ جنت ایک ایسی جگہ ہے، جہاں انسان کو سب کچھ تب حاصل ہوگا جب وہ دنیوی زندگی میں عمل کرکے جائے گا، وہاں انسان کے لیے نعمتیں یہاں کے اعمال سے پیدا ہوں گی، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ہم کو رمضان جیسا مہینہ نصیب فرمایا، تاکہ اس کے ذریعہ ہم جنت میں اپنے لیے نعمتوں کا زیادہ سے زیادہ سامان کرسکیں، کیونکہ اس مہینہ میں ہر نیکی کا ثواب ستر گنا بڑھا دیا جاتا ہے...... (باقی صفحہ نمبر ۱۲ پر)

زکاۃ - اہمیت وفوائد

مولانا سید عبداللہ حسنی ندویؒ

زکاۃ اسلام کے پانچ ارکان میں ایک اہم رکن ہے، قرآن مجید میں جابجا نماز کے ساتھ زکاۃ کا تذکرہ ہے، یہاں تک کہ زکاۃ کو عصمت، مال ودماء، اور نماز سے وابستہ قرار دیا گیا ہے، کیونکہ آدمی زکاۃ ادا کر کے جان کے اعتبار سے محفوظ ہوتا ہے، اور مال کے اعتبار سے بھی محفوظ ہوتا ہے، اسی طرح نماز اور زکاۃ کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ دونوں اللہ کی حاکمیت کے مظہر ہیں یعنی اللہ کے بندے اللہ کو حاکم مانتے ہیں اس لیے اس کے آگے پیشانی ٹیکتے ہیں اور اپنے پاس جو کچھ ہے وہ اس کے لیے خرچ کرتے ہیں گویا کہ اللہ تعالیٰ کی حکومت وحاکمیت، بڑائی، کبریائی اور عظمت کا اظہار وہی کرنے والا ہوگا جو یہ دو کام کرے، کیونکہ یہی دو چیزیں ایسی ہیں جو انسان بڑی مشکل سے کسی کے حوالہ کرتا ہے، اور بڑی مشکل سے کسی کے آگے جھکتا ہے اور بڑی مشکل سے اپنے پیسے کو کسی چیز میں لگاتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اور اس کے بعد رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی وضاحت کے ساتھ نماز اور زکاۃ کا ذکر فرمایا ہے، کہ اگر تم سچے ہو اور اللہ کو حاکم مانتے ہو تو تمہاری ذمہ داری یہ ہے کہ نماز ادا کرنے والے، زکاۃ دینے والے بنو، لیکن جیسا کہ آج نماز پڑھنے والوں کی تعداد گھٹ رہی ہے بالکل اسی طرح زکاۃ دینے والوں کی تعداد میں بھی کمی واقع ہوتی جارہی ہے، حالانکہ اسلام میں دونوں چیزیں لازمی ہیں۔

البتہ جہاں تک روزہ اور حج کا تعلق ہے، وہ اللہ کی محبوبیت کے مظہر ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اندر دونوں صفات ہیں، اور ان چاروں کے ذریعہ سے اللہ نے اپنی معرفت بھی کرائی ہے اور لوگوں کو بتایا ہے کہ اگر میں ایک طرف حاکم ہوں تو دوسری طرف محبوب بھی ہوں، لیکن جو لوگ غلط مذاہب کے ماننے والے ہیں، انہوں نے خدا کے تصور میں بڑی ٹھوکریں کھائی ہیں یا تو بالکل خدا کو محبت کا دیوتا سمجھا یا صرف اس کو حاکم مطلق قرار دیا، جب کہ دونوں باتیں خدا کی ذات سے الگ ہیں، اسی لیے اسلام نے خدا کا صحیح تصور قائم فرمایا ہے، لہٰذا اس میں دو ارکان کو حاکمیت کا مظہر قرار دیا گیا ہے اور دو کو محبوبیت کا مظہر قرار دیا گیا ہے، اور ان سب میں زکاۃ ایک اہم ترین فریضہ ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی سچائی اور صداقت کو ظاہر کرنے کے لیے ان پر لازم قرار دیا ہے۔

زکاۃ کے معنی یہ ہیں کہ وہ آدمی کو صاف اور پاک کرنے والی ہو، اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ جو پاک وصاف ہوتا ہے وہ ہلکا بھی ہوتا ہے یعنی اس کے اندر اعمال کے اعتبار سے بھاری وزن ہوتا ہے لیکن طبیعت ہلکی ہوتی ہے، یوں بھی جسمانی اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو کچھ دنوں تک صفائی کا اہتمام نہ کرنے کی وجہ سے انسان کی طبیعت بوجھل ہوجاتی ہے، چنانچہ ایسے ہی زکاۃ دینے والے کی طبیعت ہلکی ہوجاتی ہے اور جو لوگ نہ ہی نماز ادا کرتے ہیں اور نہ ہی زکاۃ ادا کرتے ہیں ان کی طبیعت بوجھل ہوجاتی ہے، اس لیے کہ نماز انسان کی روحانی زمین کو اطاعت الٰہی کے لیے ہموار کردیتی ہے، جس کی تفصیلات گزشتہ صفحات میں بیان کی جاچکی ہیں، البتہ زکاۃ انسان کے اندر صفائی پیدا کرتی ہے، کیونکہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے پیسے کی محبت کے ساتھ وابستہ کردیا ہے، جس کو قرآن مجید میں یوں بیان کیا گیا ہے ﴿إِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ﴾ (العادیات:۸) یعنی انسان کو پیسہ کی آخری درجہ میں محبت ہے، اسی لیے محاورۃ کہا جاتا ہے کہ ''چمڑی جائے دمڑی نہ جائے''یعنی آدمی کو مار پیٹ کرلینا سب صحیح ہے، لیکن پیسہ لینا درست نہیں ہے، معلوم ہوا پیسے کی محبت انسان کی گھٹی میں ہے گویا اصل انسان کا مرض دنیا اور پیسہ کی محبت ہے، کیونکہ دنیا اور پیسہ یہ لازم ملزوم ہیں اور دنیا کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" حب الدنيا راس كل خطيئة"، یعنی دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے، لہٰذا جو دنیا یعنی پیسے کی محبت میں مبتلا ہوگا، تو جو شخص جتنا زیادہ پیسہ کی محبت میں مبتلا ہوگا وہ اتنا ہی خدا سے دور ہوتا چلا جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت دونوں کو بالکل یوں رکھا ہے کہ اگر انسان دنیا کی طرف مائل ہوجائے تو آخرت اس سے دور ہوتی چلی جائے گی اور اگر آخرت کی طرف مائل ہوا تو دنیا سے دور ہوتا چلا جائے گا، لہٰذا زیادہ کامیاب شخص وہی ہوگا جو آخرت کی محبت کے مقابلہ میں دنیا کی محبت پر قابو پالے، جیسا

کہ حدیث میں آتا ہے "ان لکل أمة فتنة وفتنة أمتی المال"، یعنی ہر امت کا ایک فتنہ ہے اور میری امت کا فتنہ مال ہے، جس کو یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ جس طرح ہر جانور کی ایک لگام ہوتی ہے، جس کی لگام کو پکڑ کر اس پر قابو پایا جاسکتا ہے، ورنہ جانور قابو میں نہیں آسکتا ہے، اسی طرح دنیا کے فتنے بھی بہت ہیں، بلکہ دنیا سراپا فتنہ ہے لیکن اس میں سب سے بڑا فتنہ مال ہے جس کو اگر کوئی قابو میں کرلے تو سارے فتنے خود بخود قابو میں آجائیں گے، گویا دنیا کو ایک جانور تصور کیجئے اور اس کی نکیل مال سمجھئے کہ مال ہاتھ میں ہونے کے باوجود بھی انسان اس کو قابو میں رکھے، یعنی صحیح طریقہ سے لے، صحیح طریقہ سے رکھے، لہٰذا اگر کوئی شخص ایسا کرے گا تو گویا پوری دنیا اس کے قابو میں آجائے گی لیکن اگر ایسا نہیں کیا تو یہ دنیا بے نکیل جانور یعنی شتر بے مہار کی طرح ہوجائے گی، اس کو ہر جگہ پریشانی ہوگی، جیسا کہ کوئی پریشان جانور کسی کے کھیت میں منھ مار دیتا تو لاٹھیاں کھاتا ہے ایسے ہی جب ہم پریشان ہوکر غلط کام کریں گے تو اس کی پاداش میں دنیا ہی میں ہم کو پریشانی اٹھانی پڑے گی، ایسا کوئی نہیں ہوگا جو بچ جائے، بلکہ اللہ کی طرف سے پریشانیاں آئیں گی، اگر دنیا میں نہ پکڑے گئے تو آخرت میں پکڑ لازمی ہے۔

لیکن اگر کوئی شخص اس عذاب سے محفوظ رہنا چاہتا ہے تو اس کو مال کے تحفظ کے لیے زکاۃ کا قانون لازم پکڑنا ہوگا، تاکہ اس کا پیسہ پاک ہوسکے، لیکن اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی یاد رہے کہ پہلے پیسہ پاک کمائی کا بھی ہونا شرط ہے، نہ کہ حرام مال کی کمائی سے زکاۃ نکال کر یہ سمجھا جائے کہ پیسہ پاک ہوگیا، یہ تصور غلط ہے کہ ناجائز کمایا پھر زکاۃ دے دی اور سمجھے کہ پاک ہوگیا، کیونکہ زکاۃ اس حرام مال کو پاک کرنے کے لیے نہیں بلکہ مال کے اندر رکھے رہنے سے جو بدبو اور سڑن پیدا ہوجاتی ہے اس کو دور کرنے کے لیے اصلاً زکاۃ کا نظام ہے، کیونکہ دنیا میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو نہ سڑ جائے اسی طرح اگر مال کی زکاۃ نہ نکالی جائے گی تو وہ پیسہ بھی سڑ جاتا ہے، اور یہ سڑن ایک دو پیسے کے اندر نہیں آئے گی بلکہ سارا پیسہ خراب ہوجائے گا، اسی لیے اس سے محفوظ رکھنے کے واسطہ اللہ تعالیٰ نے زکاۃ نکالنے کا حکم دیا ہے، جس کا فائدہ یہ ہوگا کہ سارا پیسہ فلٹر یعنی صاف ہوجائے گا۔

زکاۃ کا جو پیسہ نکالا جاتا ہے حدیث میں اس کو "أوساخ الناس" کہا گیا ہے، اسی وجہ سے اس میں یہ بات پیش نظر رکھنا ضروری ہوگی کہ یہ پیسہ بھی ہر ایک کو نہیں دیا جاسکتا، یہیں سے یہ بات بھی سمجھ میں آگئی کہ اگر یہ پیسہ میل نہ ہوتا تو ہر ایک کو دیا جاسکتا تھا، لیکن اس کے متعلق حکم دیا گیا کہ یہ پیسہ اس کو دیا جائے گا جو اس کو لینے کا مستحق ہے، کیونکہ زیادہ پیسے والے باسی کھانا نہیں کھاسکتے، نہ ہی معمولی کھانا نہیں کھائیں گے بلکہ اعلی درجہ کا کھانا کھائیں گے، لیکن جو بیچارے غریب لوگ ہوتے ہیں وہ معمولی کھانا کھاتے ہیں، دال روٹی کھاتے ہیں، اسی لیے امیر وغریب میں اللہ تعالیٰ نے یہی فرق رکھا ہے کہ امیر زیادہ کھانا نہیں کھاتا ہے کیونکہ اس کو بھوک کم لگتی ہے لہٰذا اس کے لیے ایسا نظام بنادیا کہ اس کو اعلی غذا کی ہی ضرورت پیش آتی ہے تاکہ وہ اپنے معدہ کے مطابق کھائے اور چونکہ غریب محنت کش ہوتا ہے یعنی مزدوری کرتا ہے اس لیے اس کو بھوک بھی زیادہ لگتی ہے تو اس کا معدہ اللہ تعالیٰ نے ایسا بنادیا کہ اس کو سب چیزیں ہضم ہوجاتی ہیں، لہٰذا اسی طرح زکاۃ کے پیسہ کا معاملہ بھی ہے کہ جس طرح امیر زیادہ دال روٹی نہیں کھاسکتا ہے کیونکہ اس کا پیٹ خراب ہوجائے گا اسی طرح وہ زکاۃ کا گندا پیسہ استعمال نہیں کرسکتا کیونکہ اس کا روحانی توازن بگڑ جائے گا، اور چونکہ غریب انسان کو ہر چیز جلدی ہضم ہوجاتی ہے اس لیے اس کو یہ مال دینا مناسب ہوگا۔

زکاۃ کے مال کو غریب کو دینا اس مثال سے بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ جس طرح فلٹر مشین میں گندا پانی ڈال کر پانی کو فلٹر کردیا جاتا ہے اسی طرح غریب انسان بھی گویا کہ اس مال کو فلٹر کرنے کی ایک مشین ہے جس کے اندر یہ گندا مال اگر کوئی شخص ڈال دے تو وہ اس کے پاس جاتے ہی فلٹر ہوجائے گا، یعنی اب وہ جس کو چاہے اس کے اوپر اس مال کو استعمال کرسکتا ہے کیونکہ اس نے اپنے فاقہ اور غریبی کی مشین میں ڈال کر اس گندے مال کو فلٹر کردیا ہے، البتہ اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ ایسا مال مالدار انسان کو نہ دیا جائے، بلکہ فقراء کو دیا جائے۔

معلوم یہ ہوا کہ زکاۃ انسان کو پاک صاف کرنے کا سب سے

بڑا ذریعہ ہے، جو کہ ایک انسان کو ترقی دیتی ہے، اور بلند کرتی ہے کیونکہ انسان پیسہ اور دنیا کی محبت میں اس قدر گرفتار ہے کہ اس سے نکلنا آسان نہیں ہے، لہٰذا اسی محبت کو دل سے نکالنے کے لیے حکم دیا گیا کہ جو شخص زکاۃ دینے کی استطاعت میں ہو وہ اپنے مال سے ڈھائی پرسینڈ ہر حال میں نکالے، اور ڈھائی پرسینڈ اس مقدار میں رکھا گیا ہے کہ کسی پر بوجھ نہ پڑے، جس کے ساتھ بے شمار فوائد بھی وابستہ ہیں، مثلاً: جو شخص زکاۃ دیتا ہے اس کا فقر ختم ہو جاتا ہے، اس کا دل سکون پا جاتا ہے، اس کے بچوں کی پرورش اچھی ہوتی ہے، آپس میں محبتیں پیدا ہوتی ہیں، ایک دوسرے کی ذمہ داریوں کا احساس پیدا ہوتا ہے، یہاں تک کہ دنیا کی کدورتوں کے ضمن میں جو برائیاں انسان کے اندر پیدا ہو جاتی ہیں وہ بھی دور ہوتی چلی جاتی ہیں یعنی حسد، کینہ، تکبر، گھمنڈ وغیرہ تمام چیزوں کا ازالہ ہو جاتا ہے، وغیرہ وغیرہ، غرض کہ زکاۃ ادا کرتے رہنے کے لاتنا ہی فوائد ہیں، معلوم یہ ہوا تمام خوبیوں کے حصول اور برائیوں سے نجات پانے کا حل یہ ہے کہ انسان کے دل سے دنیا اور پیسہ کی محبت نکل جائے، اور اس کے نکالنے کا بہترین ذریعہ اللہ تعالیٰ نے زکاۃ کے فریضہ کی شکل میں عنایت فرمایا ہے۔

اسلامی شریعت میں مال کو بسا اوقات جان سے پہلے رکھا گیا ہے تاکہ اس کے خرچ کرنے کی اہمیت وضاحت کے ساتھ لوگوں کے سامنے موجود رہے مثلاً: ﴿جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ﴾ (التوبہ:۸۸) معلوم ہوا جہاد اپنے مالوں اور جانوں کے ذریعہ سے کیا جا سکتا ہے، یعنی پہلے مال پھر جان، اور مال ہر شخص دے سکتا ہے البتہ یہ الگ بات ہے کہ کوئی تھوڑا دے یا زیادہ دے، وہ انسان کے اخلاص پر مبنی ہے، کیونکہ اس میں حیثیت نہیں دیکھی جاتی کہ کتنا دیا گیا ہے، بلکہ نیت دیکھی جاتی ہے، اس لیے اگر کوئی ایسا شخص ہے جس پر زکاۃ واجب نہیں البتہ وہ شخص اپنی حیثیت کے مطابق صدقہ دیتا ہے تو اس کی تمام پریشانیاں بھی کافور ہو جائیں گی، اس لیے کہ کسی غریب کی پرسان حالی کرنا بہت بڑے ثواب کا ذریعہ ہوتا ہے جو بسا اوقات انسان کو بڑی بڑی طاعات سے ملنا بھی مشکل ہو جاتا ہے، اسی لیے حضرت مولانا علی میاں ندویؒ فرماتے تھے: بعض لوگ وہ ہیں جو حج پر حج کرتے ہیں اور عمرہ پر عمرہ کرتے ہیں حالانکہ ان کے پڑوس میں بھوکا شخص رہتا ہے، اور ان کے پڑوس کی بیٹی کنواری بیٹھی ہوتی ہے، تو ایسے شخص کو چاہیے کہ ایسے مواقع پر زیادہ سے زیادہ خرچ کرنے کی کوشش کرے، تاکہ غریب کی حاجات بھی پوری ہو جائیں اور اس کو بھی ثواب عظیم حاصل ہو جائے، لیکن یاد رہے کہ آدمی اس میں بھی اپنے اندر کی خواہش کی تکمیل نہ کر رہا ہو، جس سے سارے اعمال اکارت ہو جاتے ہیں۔

زکاۃ ادا کرنے میں اس بات کا خاص خیال رہے کہ انسان جب زکاۃ ادا کرے تو اس کو خوش مزاجی کے ساتھ ادا کرنا چاہیے، یہ سوچ کر ادا کرنا چاہیے کہ اس کے ذریعہ سے اس کا مال محفوظ ہو جائے گا، لیکن زکاۃ دینے سے قبل آج کل کے دور میں صحیح واقف کار لوگوں سے معلومات حاصل کرنے کے بعد ہی ادا کرنا چاہیے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری ادا کی ہوئی زکاۃ غلط مصرف میں استعمال نہ ہو جائے، غرض کہ اگر انسان ان تمام چیزوں کی رعایت کر کے زکاۃ نکالے گا تو اس کا دل بھی پاک ہو جائے گا اور مال بھی پاک ہو جائے گا، اور جب مال پاک ہو جائے گا تو مال میں برکت آجائے گی، اس لیے کہ اللہ پاکیزہ مال ہی قبول فرماتا ہے "لا یقبل اللہ الا الطیب" یعنی اللہ تعالیٰ طیب چیز ہی قبول فرماتا ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ ہماری کمائی بھی صحیح ہونی چاہیے، پھر زکاۃ بھی اس کی پوری پوری دینی چاہیے، ایسا نہ ہو کہ ڈنڈی ماریں، جس طرح کھانے کمانے میں ڈنڈی مارتے ہیں، کیونکہ یوں بھی شریعت نے خود ایسا حکم دیا ہے جو کہ زیادہ بوجھ والا نہیں ہے، بلکہ متعین کر دیا ہے کہ جس کے جانور زیادہ ہیں تو اس کی زکاۃ آمدنی سے نکالنی ہے، اگر کسی کے پاس مال تجارت ہے تو اس میں زکاۃ نکالنی ہے، اس کے علاوہ مختلف شکلیں جو مال کے پیداوار کی شکلیں ہیں ان سب کی زکاۃ متعینہ نکالنا ہے، لہٰذا جس کے پاس جس نوعیت کا مال ہو اس کو چاہیے کہ اس کا حساب لگانے کے بعد علماء سے پوچھ کر زکاۃ ادا کرے، جس کے ذریعہ سے اللہ اس کے دل و دماغ کو پاک کر دے گا اور جب پاک کر دے گا تو انسان کا سارا ٹینشن ختم ہو جائے گا، کیونکہ آج نہ جانے ہم کتنی باتیں ٹینشن کی کرتے ہیں اور پھر ڈاکٹر کے پاس علاج کراتے ہیں، حالانکہ اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ آج ہم زکاۃ جیسے فریضہ کو بھولے ہوئے ہیں۔

تقویٰ
رمضان المبارک کا تحفہ

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

رمضان المبارک کا مہینہ اپنی رحمتوں، برکتوں اور سعادتوں کے ساتھ آنے والا ہے، اس ماہ میں ہر شخص کو اپنے دامن اور ظرف کے لحاظ سے ماہ رمضان کی سعادتوں کو سمیٹنا ہے، خدا کی نعمتوں اور سعادتوں کو حاصل کرنے سے زیادہ اہم یہ ہے کہ ان کی حفاظت کی جائے، حفاظت سے مراد یہ ہے کہ رمضان المبارک میں خیر کو قبول کرنے اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات کو بجالانے کی جو توفیق میسر آئی ہے وہ دوسرے دنوں میں بھی باقی رہے اسی کو قرآن مجید نے تقوی سے تعبیر کیا ہے:

"اے وہ لوگو جو ایمان لا چکے ہو تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں، جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، شاید کہ تم تقویٰ اختیار کرو"۔ (البقرۃ:۱۷۸)

تقوی کیا ہے؟ اللہ کی نافرمانی سے اپنے آپ کو بچانا، یہ نافرمانی دو طریقوں پر ہوتی ہے: ایک اللہ تعالیٰ کے حکم کو توڑ کر، دوسرے بندوں کے ساتھ ظلم کرکے، اور اس نافرمانی اور ظلم و ناانصافی کا سبب دو چیزیں ہوتی ہیں، بہتر سے بہتر غذا کی طلب اور نفسانی خواہشات کی تکمیل کا تقاضا، روزہ ان دونوں خواہشات پر روک لگاتا ہے، صبح صادق سے لے کر سورج غروب ہونے تک روزہ دار حلال چیزیں بھی نہیں کھا سکتا، اور اس پورے وقت وہ اپنی بیوی سے ہم بستری بھی نہیں کر سکتا، حالانکہ یہ باتیں عام حالات میں مباح اور جائز ہیں، پھر اگر کوئی شخص ایک ماہ اپنے آپ کو جائز خواہشات سے بھی روکنے پر قادر ہو جائے تو باقی گیارہ مہینوں میں کم سے کم وہ اپنے آپ کو حرام سے تو بچا سکے گا، اگر ۳۰/ دن روزہ رکھنے کے باوجود ایک شخص کے اندر یہ کیفیت پیدا نہیں ہوتی تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس نے اس فریضہ کو صحیح جذبہ کے ساتھ انجام نہیں دیا۔

آیئے! ہم خدا سے عہد کریں کہ عام طور پر ہم سے جو گناہ سرزد ہوتے ہیں اور خدا کے بندوں کے ساتھ جو ظلم و زیادتی روا رکھی جاتی ہے، کم سے کم ان سے ہم اپنے آپ کو بچائیں گے اور اپنی زندگی میں ایک ایسا انقلاب لائیں گے جو صالح انقلاب ہوگا، جس میں گناہوں سے نفرت ہوگی، جس میں نفس کی غلامی سے آزادی ہوگی، جس میں کردار و عمل کی پاکیزگی ہوگی اور جس میں فکر و نظر کی سلامتی ہوگی۔

رمضان المبارک آتا ہے اور مسجدیں تنگ پڑنے لگتی ہیں، نچلی اور بالائی منزل بھر کر چھتوں پر اور سڑکوں پر نمازی ہوتے ہیں، نمازیوں کی کثرت کے لحاظ سے ہر نماز پر نماز جمعہ کا گمان ہوتا ہے، لیکن ادھر رمضان گذرا اور ادھر مسجدیں ویران ہوئیں، اب ایک دو صفیں بھی مشکل سے نظر آتی ہیں، یہ کیوں ہوا؟ اس لیے کہ رمضان المبارک میں اپنے مالک و خالق کی ذات کا جو استحضار تھا اور اس کی خوشنودی و رضا جوئی کا جو جذبہ کارفرما تھا اب وہ ختم ہو چکا ہے، محبت کی آگ بجھ گئی ہے، اور خشیت کے شعلے خاکستر ہو گئے ہیں، اس لیے اس بات کا عزم کیجئے کہ آج بھی آپ اس سے بے نیاز اور مستغنی نہیں ہو سکتے، اور جس خدا کے خوف نے کل آپ کا سر جھکایا تھا آج بھی اس کی ذات مکمل جلال و قدرت کے ساتھ موجود ہے۔

دوسرا جو گناہ سماج میں دن بہ دن بڑھتا جا رہا ہے، وہ ہے کسب معاش میں حلال و حرام کے احکام سے بے اعتنائی کا، حالانکہ حرام ذرائع سے حاصل ہونے والی چیزوں کو کھانا اور استعمال کرنا عبادتوں کو بھی بے اثر کر دیتا ہے، اور انسان کی دعائیں بھی اس کی وجہ سے رد کردی جاتی ہیں، اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام قرار دیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سود کے گناہ کے ۷۰/ درجات ہیں، اور ان میں سب سے کم تر درجہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں کے ساتھ برائی کرے، بینک میں جو رقم ڈپازٹ کی جاتی ہیں اور جمع کی ہوئی رقم سے زیادہ رقم بینک ادا کرتا ہے، وہ بھی سود ہی ہے، اور کتنے ہی لوگ ہیں جو ایسے سود کو اپنی خوراک بنا رہے ہیں، نیز کس قدر شرم اور افسوس کی بات ہے کہ جب پولیس فائنانسروں پر دھاوا بولتی ہے تو ان میں زیادہ تر مسلمان ہی نکلتے ہیں، جو غریبوں کو معمولی قرض دے کر بہت زیادہ تناسب کے ساتھ سود وصول کرتے ہیں، یہ سودی قرضے متعدد لوگوں کی خودکشی اور سربراہان خاندان کی خودکشی کی وجہ سے پورے خاندان کی تباہی کا باعث بنتے ہیں۔

قمار خانوں میں بھی اچھی خاصی تعداد مسلمان جوئے بازوں کی ہوتی ہے، مسلم محلوں میں شطرنج اور تاش کی لعنت عام ہے، بہت سے مسلمان مزدور اونچے انعامات کی حرص میں لاٹری پر لاٹری خریدتے جاتے ہیں اور اس طرح ان کی گاڑھی کمائی جوئے بازوں کی نذر ہو جاتی ہے، تجارت میں دھوکہ دہی اور جھوٹ کی وبا عام ہو چکی ہے، یہ سب کمانے اور پیسے حاصل کرنے کے ایسے طریقے ہیں جن سے اللہ ناراض ہوتا ہے، سود سے، جوئے سے اور تجارت میں بددیانتی اور دھوکہ دہی سے بچنے کا عزم مصمم کر لیجئے، اس سے آپ کی آخرت بھی سنور جائے گی، اور دنیا میں بھی آپ باعزت اور نیک نام ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اسراف اور فضول خرچی سے منع فرمایا ہے، رسول اللہ ﷺ نے وضو غسل میں بھی ضرورت سے زیادہ پانی کے استعمال کو منع فرمایا ہے، چہ جائیکہ بلاضرورت اور بے مقصد پیسے خرچ کئے جائیں، لیکن اس وقت فضول خرچی ہمارے سماج کا کینسر بن چکی ہے، ہر چیز میں فضول خرچی کا رجحان عام ہے، مکانات کی تزئین اور آرائش پر اتنا خرچ کیا جاتا ہے کہ اتنے میں مکانات بن سکتے ہیں، فرنیچر خریدنے اور مختصر عرصہ کے بعد فرنیچر کی تبدیلی پر بے تحاشہ رقمیں خرچ کی جاتی ہیں، معمولی دعوتوں میں بھی حد سے زیادہ تکلف کیا جاتا ہے، انواع واقسام کے سالن اور میٹھے کے علاوہ زیادہ مقدار میں کھانے بنائے جاتے ہیں، یہاں تک کہ کھانے کی اچھی خاصی مقدار پھینک دی جاتی ہے، شادی کی دعوتوں میں جو فضول خرچیاں ہوتی ہیں وہ تو سب سے سوا ہیں، حالانکہ ہمارے معاشرہ میں اللہ کے کتنے ہی محتاج بندے ہیں، جن کے پاس سر چھپانے کے لیے جھونپڑی تک نہیں ہے، اور جنہیں کھانے کے لیے دو روٹی بھی میسر نہیں ہے، کیا قیامت کے دن اس کے بارے میں کوئی پوچھ گچھ نہیں ہوگی؟

طے کر لیجئے! کہ ایسے اسراف اور فضول خرچی سے بچیں گے، اور ان ہی پیسوں کو اچھے کاموں میں خرچ کریں گے، اگر دین اور قوم کے لیے خرچ کرنے کی توفیق میسر آ جائے تو کیا کہنا! لیکن اگر دل اس کے لیے تیار نہ ہو تو کم سے کم اس کو اپنے اور اپنے بال بچوں کے بہتر مستقبل کے لیے خرچ کیجئے، بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلایئے، صنعتیں لگایئے، دوکانیں کھولیے، اور کارخانے قائم کیجئے، تاکہ ان پیسوں سے آپ کا مستقبل سنور سکے، کچھ غریبوں کے لیے روزی روٹی کا سامان مہیا ہو اور ذلت و پستی کا طعنہ کھانے والی امت کا سر بھی بلند ہو۔

یہ کچھ نمایاں برائیاں ہیں جو سماج کا حصہ بن چکی ہیں، تقوی کا کم سے کم تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنے سماج کو ان گناہوں سے پاک کریں، حضرت ابودرداءؓ فرماتے تھے کہ تقوی کا کمال یہ ہے کہ انسان ایک رائی کے دانہ میں بھی خدا کا خوف محسوس کرے، اور بعض حلال چیزوں کو بھی اس ڈر سے چھوڑ دے کہ کہیں حرام نہ ہوں۔ (الدر المنثور: ۱/۶۱) حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کہتے تھے کہ صاحب تقوی کو گویا لگام لگی ہوتی ہے، اس لیے ایسا نہیں ہوتا کہ جو اس کے دل میں آئے وہ اس کو کر گزرے۔ (شرح السنہ للبغوی: ۱۴/۳۴۱)

اللہ تعالیٰ نے تقوی اختیار کرنے والوں کے لیے اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے، (آل عمران: ۱۷۲) سب سے اہم بات یہ ہے کہ تقوی اختیار کرنے والا اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوتا ہے۔ (توبہ: ۴) تقوی کی وجہ سے مومن اللہ تعالیٰ کی محبت سے سرفراز ہوتا ہے۔ (توبہ: ۳۶) اللہ کی نگاہ میں سب سے باعزت اور شریف وہی ہے جو سب سے زیادہ تقوی اختیار کرتا ہے۔ (الحجرات: ۱۳) رسول اللہ ﷺ پر خشیت خداوندی کا ایسا غلبہ ہوتا تھا کہ جب آپ ﷺ دعائیں فرماتے تو سینہ مبارک سے چکی پیسنے کی سی آواز آتی تھی۔ (ابوداؤد: ۹۰۴)

ان تمام باتوں کے پیش نظر یاد رہے کہ رمضان المبارک کا اصل تحفہ ''تقوی'' ہے، جو گناہ کی طرف بڑھتے قدموں کو تھام لیتا ہے، دنیا ایک رہ گزر ہے، انسان اس راہ کا مسافر ہے اور اس سفر کے لیے سب سے بہتر توشہ تقوی ہے، (البقرۃ: ۱۹۷) حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ ایک صاحب، حضور ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کناں ہوئے کہ میں سفر پر جا رہا ہوں، مجھے زاد سفر عطا فرما دیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تقوی کو تمہارا زاد سفر بنا دے۔ "زودك الله التقوى" (ترمذی: ۳۴۴۴) اس لیے رمضان المبارک کی بے پناہ برکتوں اور رحمتوں کو اپنے دامن مراد میں محفوظ کیجئے اور تقوی کو اپنا توشہ سفر بنا کر زندگی کا سفر طے کیجئے کہ راستہ پر خار ہے اور منزل تک پہنچنا ضروری اور ناگزیر بھی ہے۔

رمضان المبارک اور احتساب نفس

بلال عبدالحی حسنی ندوی

رمضان کا مبارک مہینہ سایہ فگن ہونے کو ہے، یہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن مجید لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اتارا گیا، اور پھر آہستہ آہستہ تیئس سال کی مدت میں حضور خاتم النبیین ﷺ پر نازل ہوا، اور آپ ﷺ کے لیے ذریعہ سے عالم انسانیت کو ہدایت کی وہ ابدی کتاب ملی جس کا حرف حرف روشنی اور صداقت ہے، یہ اللہ کا انسانوں پر احسان عظیم ہے کہ اس نے صرف کتاب ہی نہیں دی بلکہ صاحب کتاب کی شکل میں اپنے ایسے محبوب بندے اور رسول کو بھیجا جو عالم انسانیت کے لیے سراپا رحمت، جس کی ذات خلق عظیم، رحمۃ للعالمین جس کی صفت، قرآن مجید کی سراپا تفسیر، یہ وہ ذات تھی جس کے ذریعہ سے زمین کو بھی آسمانوں پر فخر کرنے کا شرف حاصل ہوا، اس کے واسطے سے ہدایت ربانی کا وہ تحفہ ابدی ملا جو زمین کو آسمان سے جوڑنے والا ہے، اور زمین اپنی ہزار پستیوں کے باوجود آسمان سے باتیں کرتی ہے۔

یہ کلام ربانی رمضان سے مناسبت خاص رکھنے والا کلام ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ رمضان میں قرآن مجید کا دور حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ فرماتے، یہ تراویح کا سلسلہ حقیقت میں اسی کی یادگار ہے، اور یہ دور الفاظ کا بھی ہوتا تھا اور معانی کا بھی، رمضان کا مہینہ آتا تو آنحضور ﷺ اس کا ایسا اہتمام فرماتے جیسے کسی بہت خاص اور معزز مہمان کا استقبال ہوتا ہے، دو مہینہ پہلے رجب کے مہینہ میں آپ ﷺ کا یہ دعا پڑھنا ثابت ہے کہ "اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِي رَجَبٍ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ" (شعب الایمان للبیھقی: ۳۸۱۵) (اے اللہ! رجب وشعبان میں برکت عطا فرما اور رمضان تک پہنچادے) پھر جب شعبان کا مہینہ شروع ہوتا تو آپ ﷺ رمضان کے استقبال میں بکثرت روزے رکھتے تھے، پھر جب شعبان کی آخری تاریخیں ہوتیں تو آپ خطاب فرماتے۔

(حضرت سلمانؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے شعبان کی آخر تاریخ میں ہم لوگوں کو وعظ فرمایا کہ تمہارے اوپر ایک مہینہ آرہا ہے، جو بہت مبارک مہینہ ہے، اس میں ایک رات ہے (شب قدر) جو ہزاروں مہینوں سے بڑھ کر ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے روزہ کو فرض فرمایا اور اس رات کے قیام (یعنی تراویح) کو ثواب کی چیز بنایا ہے، جو شخص اس مہینہ میں کسی نیکی کے ساتھ اللہ کا قرب حاصل کرے ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں فرض ادا کیا، اور جو شخص اس مہینہ میں کسی فرض کو ادا کرے وہ ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں ستر فرض ادا کرے، یہ مہینہ صبر کا ہے، اور صبر کا بدلہ جنت ہے، اور یہ مہینہ لوگوں کے ساتھ غم خواری کرنے کا ہے، اس مہینہ میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے، جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے اس کے لیے گناہوں کے معاف ہونے اور آگ سے خلاصی کا سبب ہوگا، اور روزہ دار کے ثواب کی مانند اس کو ثواب ہوگا، صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص تو اتنی وسعت نہیں رکھتا کہ روزہ دار کو افطار کرائے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ (پیٹ بھر کھلانے پر موقوف نہیں) یہ ثواب تو اللہ جل شانہ ایک کھجور سے کوئی افطار کرادے یا ایک گھونٹ پانی پلاوے یا ایک گھونٹ لسی پلاوے اس پر بھی مرحمت فرمادیتے ہیں، یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کا اول حصہ اللہ کی رحمت ہے اور درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ آگ سے آزادی ہے، جو شخص اس مہینہ میں ہلکا کردے اپنے غلام وخادم کے بوجھ کو حق تعالیٰ شانہ اس کی مغفرت فرماتے ہیں، اور آگ سے آزادی فرماتے ہیں، اور چار چیزوں کی اس میں کثرت رکھا کرو جن میں سے دو چیزیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے واسطے اور دو چیزیں ایسی ہیں کہ جن سے تمہیں چارہ کار نہیں، پہلی دو چیزیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کرو وہ کلمہ طیبہ ہے اور دوسری دو چیزیں یہ ہیں کہ جنت کی طلب کرو اور آگ سے پناہ مانگو جو شخص کسی روزہ دار کو پانی پلائے حق تعالیٰ (قیامت کے دن) میری حوض سے اس کو ایسا پانی پلائیں گے

جس کے بعد جنت میں داخل ہونے تک پیاس نہیں لگے گی)

(شعب الایمان للبیہقی: ۳۶۰۸)

پھر آپ ﷺ کی زندگی کے بارے میں آتا ہے کہ عشرہ بعشرہ آپ کی ریاضتوں میں اضافہ ہوجاتا، آخری عشرہ آتا تو آپ ﷺ کمر کس لیتے، راتوں کو جاگتے، اور گھر والوں کو بھی بیدار فرماتے، اور سخاوت کا حال یہ ہوتا کہ "کَانَ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ"(صحیح البخاری: ۱۹۰۲) (آپ ﷺ امور خیر میں آندھی سے بھی زیادہ تیز رفتار ہوجاتے تھے) ہر قسم کی نیکیوں کی ترغیب دیتے، فرماتے کہ یہ "شهر المواساة" ہے، غمگساری کا مہینہ ہے، جو اس میں اپنے غلاموں اور نوکروں کے بوجھ کو ہلکا کردے اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کے بوجھ کو ہلکا کردے گا، آپ ﷺ نے یہاں تک فرمادیا کہ ہلاک ہو وہ شخص جس کو یہ مبارک مہینہ ملے اور اس کی مغفرت نہ ہو، رمضان گذر جائے اور عادتوں میں فرق نہ آئے، زندگی کا رخ درست نہ ہو، احتساب نفس کی صفت پیدا نہ ہو، یہ بڑی حرماں نصیبی کی بات ہے۔

یہ مہینہ قرآن وسنت کو، آپ ﷺ کی مبارک سیرت کو سامنے رکھ کر نفس کو تولنے کا مہینہ ہے، ہمارے عقائد وعبادات، معاملات، معاشرت، اخلاق، زندگی کا طریقہ کس طریقہ کے ساتھ میل کھاتا ہے، ہر چھوٹی بڑی چیز کو تولا جائے، کتاب وسنت کے چوکھٹے میں فٹ کرکے دیکھا جائے، کہاں کمی ہے، کہاں زیادتی ہے، غیروں کے طریقے ہم نے کہاں تک اپنی زندگی میں داخل کرلیے ہیں، اور آنحضور ﷺ کی سنتیں ہم سے کہاں کہاں چھوٹ رہی ہیں، سنتیں عبادات کی بھی ہیں، معاملات ومعاشرت کی بھی ہیں، آنحضور ﷺ نے ہمیں سب کچھ دیا ہے، یہ مہینہ ان تمام خیروں کو جذب کرنے کا ہے، سنتوں کی روشنی آتی جائے گی تو جہالت کی تاریکی نکلتی جائے گی، لیکن غور کرنے کی بات یہ ہے کہ ہم ان سنتوں میں فرق نہ کریں، جس طرح عبادات کی سنتیں ہیں اسی طرح معاملات ومعاشرت کی بھی ہیں، ہمیں ایک مکمل نمونہ اختیار کرنا ہے اور یہ نمونہ غیروں میں اسلام کی کشش کا سب سے بڑا ذریعہ بھی ہے۔

بقیہ: روزہ کا مقصد

......اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اس مہینہ میں زیادہ سے زیادہ اچھے اعمال کرنے کی کوشش کریں، اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے پر دن میں جو پابندی عائد کی ہے، اس کا خیال رکھیں، اسی کے ساتھ روزہ میں خاص طور پر اس بات کا بھی خیال رہے کہ روزہ صرف کھانا پینا چھوڑ دینے کا نام نہیں، بلکہ جھوٹ بولنے، غیبت کرنے، کسی کو ایذاء پہنچانے، فحاشی کے کاموں سے باز رہنے کا بھی نام ہے، بلکہ رمضان میں تو بعض ان کاموں سے بھی منع کیا گیا ہے جن کی عام دنوں میں اجازت ہے، اس لیے ہمیں اس بات کی بھی خاص طور پر فکر ہونا چاہیے کہ کہیں ہمارا روزہ صرف کھنا پینا چھوڑ دینے کا نام ہی تو نہیں، اگر ایسا روزہ ہے تو حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ ایسے روزہ کی اللہ تعالیٰ کو ہرگز کوئی ضرورت نہیں، روزہ کی مقبولیت ان تمام امور سے بالکلیہ اجتناب پر موقوف ہے، جن پر شریعت اسلامیہ نے نکیر کی ہے۔

رمضان المبارک میں خاص طور پر ہر انسان کو یہ کوشش کرنی چاہیے کہ وہ زیادہ سے زیادہ وقت عبادت الٰہی میں صرف کرے، توبہ واستغفار میں مست رہے، گناہوں کی معافی مانگے، دل سے توبہ کرے، آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم کرے، کسی کے ساتھ حق تلفی کا معاملہ کیا ہے تو پہلے اس شخص سے معافی مانگے، بعد میں اللہ رب العزت سے معافی کی دعا مانگے، اگر کسی شخص سے بات چیت بند ہے، تو اپنے اعمال کو خراب نہ کرنے کے بجائے اس سے بات چیت کرے، سلام میں پہل کرنے کی کوشش کرے، اللہ تعالیٰ نے اس میں بڑا اجر رکھا ہے، اگر کوئی شخص ان تمام باتوں کا اہتمام کرتا ہے تو بلاشبہ رمضان کا مہینہ نیکیوں کے کمائی کا مہینہ ہے، اس میں ہمیں زیادہ سے زیادہ نیکی کرنے کی فکر کرنی چاہیے، جس طرح کسی شخص کی کسی خاص موقع پر دوکان زیادہ چلتی ہے تو اس کو بند کرنے کی کوئی فکر نہیں ہوتی، رات بھر کھولتا ہے، تاکہ زیادہ سے زیادہ نفع حاصل ہو، اسی طرح رمضان المبارک کے مہینہ میں ہمیں یہ احساس ہونا چاہیے کہ زیادہ سے زیادہ عبادت کی جائے، راتوں کو جاگا جائے، تاکہ ہمیں بھی زیادہ سے زیادہ نفع اخروی اعتبار سے حاصل ہوسکے، یہ خیال کرکے فائدہ اٹھائے کہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں کہ اگلے سال ایسا مبارک مہینہ نصیب ہوگا یا نہیں۔

قرآن کریم - کتاب مبارک

عبدالسبحان ناخدا ندوی

اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لیے جتنی کتابیں نازل فرمائیں بلاشبہ تمام کتابیں بڑی بابرکت مقدس اور باعظمت تھیں، اہل ایمان کو اس کا حکم ہے کہ وہ تمام کتابوں پر ایمان رکھیں اس لیے کہ وہ اللہ کی کتابیں تھیں، ایک جگہ ارشاد ہے:﴿وَقُلْ آمَنتُ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ مِن كِتَابٍ﴾(الشوریٰ: ۱۵) (اے محمد! آپ کہیے کہ میں اللہ کی اتاری ہوئی ہر کتاب پر ایمان لے آیا) دوسری جگہ ارشاد ہے:﴿كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ﴾(البقرۃ: ۲۸۵)(رسول اور مؤمنین سب کے سب اللہ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آئے) ذاتی عظمت اور برکت کے لحاظ سے اللہ کی تمام کتابیں انتہائی بابرکت اور باعظمت ہیں۔ البتہ اللہ رب العزت نے اپنی بعض کتابوں کے لیے بعض خاص اوصاف بیان کئے ہیں، مثال کے طور پر قرآن کریم میں توریت کے لیے ''امام'' کا لفظ استعمال ہوا ہے، چونکہ اللہ رب العزت کی چار مشہور کتابوں میں سب سے پہلے توریت نازل ہوئی، لہٰذا اس کے لیے ''امام'' کا لفظ بہت ہی مناسب تھا۔ یہ کتاب تمام بنی اسرائیل کے لیے رہنما تھی، اور بعد میں آنے والی تمام کتابوں کی تصدیق کرتی تھی۔ خود قرآن کریم کی تائید وتصدیق بھی توریت صدیوں پہلے کر چکی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی صداقت کی ایک نشانی یہ بیان فرمائی ہے کہ قرآن کریم کو بنی اسرائیل کے علماء خوب پہچانتے ہیں، ارشاد ہے:﴿وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ☆أَوَلَمْ يَكُن لَّهُمْ آيَةً أَن يَعْلَمَهُ عُلَمَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ﴾(الشعراء: ۱۹۶-۱۹۷) (یہ کتاب (یعنی اس کے اصول وہدایات) تو اگلوں کے صحیفوں میں موجود ہے۔ کیا ان کے لیے (یعنی نہ ماننے والوں کے لیے) یہ نشانی کافی نہیں ہے کہ اس کتاب کو بنی اسرائیل کے علماء خوب جانتے ہیں) ظاہر بات ہے کہ علماء بنی اسرائیل سے مراد توریت کا صحیح علم رکھنے والے علماء ہیں، اس لحاظ سے توریت کے لیے امام کا لفظ انتہائی مناسب تھا کہ بعد میں نازل ہونے والی اللہ کی کتابوں کی پہچان کا ایک اہم ترین ذریعہ توریت تھی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب قرآن کریم کے متعدد اوصاف بیان کئے ہیں۔ ان اوصاف میں ایک اہم وصف اس کتاب کا ''مبارک'' ہونا ہے۔ لفظ مبارک ''برکۃ'' سے بنا ہے، ''برکۃ'' خیر کثیر اور خیر مسلسل کو کہتے ہیں، جس چیز سے کوئی بڑا خیر وجود میں آئے اسے مبارک کہا جاتا ہے۔ جیسے لیلۃ القدر کو اللہ تعالیٰ نے ''لیلۃ مبارکۃ'' فرمایا، اس لیے کہ اسی رات میں قرآن کریم نازل ہوا، اللہ نے اپنے بندوں کے لیے ایک دائمی خیر اتارا، اس رات کو ہزار مہینوں سے بہتر قرار دیا گیا، اس میں فرشتوں کو زمین پر اتارا جاتا ہے، اس لحاظ سے یہ رات مبارک ترین رات ہے۔

اللہ نے اربوں کی تعداد میں ستارے وسیارے بنائے، لیکن اپنی خلافت کو قائم کرنے کے لیے جس سیارے کا انتخاب کیا وہ زمین تھی جس میں ہم اور آپ بستے ہیں، زمین کی پیدائش کا حال بیان کرتے ہوئے قرآن کریم کہتا ہے:﴿وَبَارَكَ فِيهَا﴾(فصلت: ۱۰) (اللہ نے اس زمین میں بڑی برکتیں رکھیں) جتنا خیر زمین میں پایا جاتا ہے چاہے مادی ہو یا روحانی کسی اور سیارے کی قسمت میں ایسا خیر نہیں رکھا گیا، اسی زمین پر اللہ کی کتابیں اتاری گئیں، اور اللہ کے جلیل القدر انبیاء مبعوث ہوئے اور یہیں مدفون ہوئے، اشرف المخلوقات انسان کے لیے اس زمین کو جائے قرار بنایا گیا، اس زمین کے لیے نہایت شرف کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی نسبت اپنی طرف فرمائی:﴿يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ أَرْضِي وَاسِعَةٌ فَإِيَّايَ فَاعْبُدُونِ﴾(العنکبوت: ۵۶) (اے میرے بندوں جو ایمان لائے ہو میری زمین بڑی وسیع ہے بس میری ہی عبادت کرو)

ہر پانی اللہ کا ہے، لیکن اللہ نے بارش کے پانی کو مبارک پانی فرمایا ہے، باران رحمت سے سوکھی زمین ہری بھری ہوتی ہے، دیکھتے ہی دیکھتے کھیت لہلہانے لگتے ہیں، اس پانی کے لیے انسان کو سرے سے کوئی محنت نہیں کرنی پڑتی، جن علاقوں میں پانی پہنچنے کا کوئی اور ذریعہ نہ ہو وہاں بغیر مشقت کے یہ پانی برسایا جاتا ہے، ارشاد ہے: ﴿وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُّبَارَكًا فَأَنبَتْنَا بِهِ جَنَّاتٍ وَحَبَّ الْحَصِيدِ☆وَالنَّخْلَ بَاسِقَاتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيدٌ☆رِزْقًا لِّلْعِبَادِ وَأَحْيَيْنَا بِهِ بَلْدَةً مَّيْتًا كَذَٰلِكَ الْخُرُوجُ﴾(ق: ۹-۱۱) (ہم نے

آسمان سے مبارک پانی اتارا، اس پانی سے ہم نے باغات اور غلے اگائے جس کی کھیتی کاٹی جاتی ہے، سرو قد کھجور کے درخت اگائے جن میں کھجوروں کے تہہ بہ تہہ خوشے لگتے ہیں یہ سب بندوں کو کھلانے پلانے کے لیے ہم کرتے ہیں، اسی پانی سے ہم مردہ بستی کے تن میں جان ڈال دیتے ہیں)

اللہ تعالیٰ کا ہر گھر مبارک ہے، لیکن اللہ کے لیے تعمیر کئے جانے والے پہلے گھر کعبۃ اللہ کی برکتوں کی کوئی حد نہیں، اسی سے ہر دور میں اسلام اور اہل اسلام کی مرکزیت قائم رہی، اللہ کی اولین عبادت گاہ ہونے کی بناء پر اسے تمام انسانوں کے لیے دار ومدار بنایا گیا، دنیا کو وحدانیت کا درس اسی گھر سے ملا، اسی وحدانیت کی بناء پر دنیا امن وامان کا گہوارہ بنی، آج بھی یہی گھر کل دنیا کی ہدایت کا سب سے بڑا مرکز ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے اس گھر کی تعریف لفظ ''مبارک'' سے کی ہے: ﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ﴾ (آل عمران: ۹۶) (سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لیے قائم کیا گیا وہ گھر ہے جو مکہ میں ہے، نہایت بابرکت اور سارے جہانوں کے لیے سراسر ہدایت)

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی بابرکت ترین کتاب ہے، اس کی برکتوں سے آج سارا جہاں مالا مال ہے، اللہ کی اور کتابیں بھی بلاشبہ بابرکت تھیں لیکن ان کی قومیں اپنی اپنی کتابوں کو سنبھال نہ سکیں، وہ کتابیں اس طرح تحریف کی شکار ہوئیں کہ شکل وصورت تک بدل گئی، جن زبانوں میں وہ کتابیں نازل ہوئی تھیں وہ زبانیں تک صحیح سلامت نہ رہیں، جب اصل کتابیں ہی تحریفات کے زخموں سے چھلنی ہوگئیں تو وہ انسانیت کے زخموں کا کیا مداوا کر پاتیں۔

قرآن کریم اللہ کے فضل وکرم سے ایسی مبارک کتاب ثابت ہوئی کہ خود اس نے عربی زبان کی حفاظت کی، اگر یہ کتاب نہ ہوتی تو عربی زبان پتہ نہیں کتنے چولے بدل کر ایک نئی زبان بن چکی ہوتی، یہ مبارک کتاب اپنی بقاء کے لیے زبان کی محتاج نہ رہی، بلکہ عربی زبان اپنی بقاء کے لیے اس کی محتاج ہوگئی، یہ کتاب اس لحاظ سے بھی مبارک ہے کہ اس کا خیر کثیر بڑھتا ہی جا رہا ہے، ایک نقطے اور شوشے کی تبدیلی کے بغیر جوں کی توں امت کے ہاتھ میں موجود ہے اور آئندہ بھی اسی طرح رہے گی، اس کتاب کے پڑھنے والے کروڑوں کی تعداد میں ہیں، دنیا کی سب سے زیادہ پڑھی اور سمجھی جانے والی کتاب تنہا قرآن مجید ہے، اس کے حافظ لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں، یہ اس کتاب کی کھلی ہوئی برکت ہے جس کے ہزارویں حصہ تک بھی کوئی اور کتاب پہنچ نہ سکی۔

اس کی برکت کا ایک انداز یہ بھی ہے کہ صرف اسی کتاب کے پڑھنے کے لیے فن تجوید وقرأت وجود میں آیا، یہ دنیا کی تاریخ میں پہلی اور آخری بار ہوا ہے کہ کسی کتاب کو پڑھنے کا ایک خاص انداز اپنے پورے قواعد وضوابط کے ساتھ وجود میں آیا ہو، اسی مبارک کتاب کا خیر کثیر تھا سارا عرب انتہائی مخالفت کے باوجود اس کے آتے ہتھیار ڈال دیتا تھا، عرب نسبی شرافت کے بعد زبان کی بنیاد پر کسی قبیلہ کی بالاتری تسلیم کرتے تھے، ہر قبیلہ اپنی زبان کو معیاری زبان قرار دیتا تھا، ان کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کے لیے ضروری تھا کہ ایسی زبان میں ان کے لیے ہدایت کا سامان کیا جاتا جس کے سامنے تمام کے تمام سر تسلیم خم کردیں، اس لحاظ سے بھی قرآن کریم ان کے لیے نہایت مبارک تھی، اس کے معیار فصاحت کے سامنے ہر قبیلہ نے کھلم کھلا اپنی شکست تسلیم کرلی، ورنہ اس زمانے کے لحاظ سے یہ ممکن نہ تھا کہ کوئی کسی عرب کو زبان کا طعنہ دے، قرآن نے تو ان کو وہ چیلنج دیا جس میں ان کے لیے کچھ حقارت کا بھی پہلو تھا، پھر بھی وہ کچھ نہ کرسکے اور بہت سارے معجزہ کلام کے اعجاز پر قربان ہوگئے، قرآن نے یہاں تک کہا کہ اس کی ایک سورت جیسی کوئی سورت تم بنالاؤ اور سارے جہانوں سے مدد لو تب بھی یہ ممکن نہ ہوگا، ایسا ہی ہوا، یہ قرآن کا خیر کثیر تھا جو اہل ایمان کو عطا ہوا اور بہت سارے کافر بھی قرآن کی اس برکت سے ایمان لے آئے۔

علوم عربیہ کے لیے بھی قرآن کریم سب سے بڑھ کر بابرکت ہے، اہل نحو نے جا بجا نحوی قواعد قرآن سے لیے، اہل بلاغت تو کل بلاغت کو قرآن کی دین سمجھتے ہیں فی الواقع ہے بھی ایسا ہی، اہل قلم نے یہاں سے قلم کی روانی سیکھی اور اہل خطابت کو جوش خطابت اسی قرآن سے ملا، علوم عربیہ کے تمام ماہرین کا اس پر اتفاق ہے کہ عربی علوم کے جو ذخائر قرآن پاک سے حاصل ہوئے وہ کہیں اور سے حاصل نہ ہوسکے۔

قرآن کی برکت یہ بھی ہے کہ اس سے اہل ایمان کا اتحاد قائم ہے، اس کی محبت اور عظمت کی ڈور میں پوری امت اسلامیہ بندھی ہوئی ہے، ہزار ہا غیر مسلم صرف اس کتاب کو پڑھ کر اسلام میں داخل

ہو چکے ہیں اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے، اس کتاب کی برکت یہ بھی ہے کہ یہ سکون قلب کا سب سے بڑا ذریعہ ہے، اس کی تلاوت سے دل کو فرحت اور دماغ کو راحت ملتی ہے، اللہ والوں کی راتیں اس سے آباد رہتی ہیں، اہل علم کا علم اسی سے قائم ہے، زمانے کے نت نئے چیلنجز کا مقابلہ کرنا یہ کتاب سکھاتی ہے اور ایک معیار پیش کرتی ہے جس پر ہرنئی چیز کو پرکھ کر اسکی حیثیت متعین کی جاسکتی ہے، اس کا خیر کثیر یہ بھی ہے کہ ایک عام انسان سے لے کر ایک اعلیٰ درجہ کے ذہین انسان کو یہ بیک وقت مطمئن کرتی ہے، یہ جہاں بھی پڑھی جائے یوں محسوس ہوتا ہے گویا خاص اس جگہ اور اس ماحول کو پیش نظر رکھ کر اسے اتارا گیا ہے، اس کا کمال یہ ہے کہ اسے جہاں بھی پڑھا جائے ایک سماں بندھ جاتا ہے، خاک کی آغوش میں تسبیح ومناجات بھی ہے اور وسعت افلاک میں تکبیر مسلسل بھی، خاموش تنہائیوں کی یہ سب سے عظیم رفیق ہے اور زندگی کے ہنگاموں میں سب سے آگے بڑھ کر قیادت بھی یہی کرتی ہے۔

ہر دور میں اس مبارک کتاب کو داغدار کرنے کی منحوس کوششیں کی جاتی رہیں، لیکن سازش کرنے والوں کی ہر چال ان ہی پر الٹ پڑی، اس کتاب کے خیر کثیر میں کوئی کمی نہیں آئی، یہ اسی آن بان کے ساتھ رہنمائی کا فریضہ انجام دیتی رہی، یہ زمانہ سے آگے رہنے والی کتاب ہے، کہنگی اور بوسیدگی کا یہاں تصور بھی نہیں، زمانہ جس رفتار سے آگے بڑھتا ہے اس سے کہیں زیادہ رفتار سے یہ کتاب رواں دواں ہے، فی الحقیقت یہ کتاب زمانہ کی زندگی ہے، اس کتاب کے مضامین، ہدایات اور تعلیمات کو ہر زمانے کی رہنمائی کے لیے پیش کرنے میں کبھی اہل دین کو دشواری نہیں ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے، ورنہ یہاں حال یہ ہے کہ چند سالوں ہی میں کتاب آؤٹ آف ڈیٹ قرار دی جاتی ہے۔

اس مبارک کتاب کا خیر کثیر یہ بھی ہے کہ اس نے انسانیت کو بنیاد بنایا، جب یہ کتاب نازل ہوئی تو اس وقت ساری دنیا لاتعداد گروہوں میں بٹی ہوئی تھی، دنیا میں ہر طرح کی صدائیں تھیں، اے رومیو، اے عربو، اے ایرانیو، اے ہندوستان کے باشندو، اسی طرح قومی، وطنی، نسلی، علاقائی اور قبائلی بنیاد پر لگائی ہوئی صداؤں سے سارا عالم جل رہا تھا، لیکن ﴿یا أیھا الناس﴾ (اے انسانو!) کی صدا کہیں بھی نہ تھی، اس کتاب نے دنیا پر سب سے بڑا احسان کیا کہ کل انسانوں کو ایک ماں باپ کی اولاد بتا کر انسان کو انسان سے جوڑا اور سب کو ایک رب کی مخلوق بتا کر ایک صف میں کھڑا کیا، اور ﴿یا أیھا الناس﴾ کی جامع ترین صدا لگائی، آج دنیا میں جہاں کہیں انسانیت کے نام پر کچھ درد پایا جاتا ہے وہ اس کتاب اور اسے پیش کرنے والے نبی کا احسان ہے، افسوس ہے کہ ہزار ترقی کے باوجود آج بھی انسان اسی جاہلیت کے زخموں کو چاٹ رہا ہے جس جاہلیت نے انسانیت کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے تھے، آپ دنیا کے کسی علاقے میں جائیں وہی پرانی سڑی ہوئی جاہلیت نظر آئے گی، ''اے انسانو'' سے مخاطب کرنے والا کہیں نہیں ملے گا، مفادات کے علاقوں نے اپنے اپنے مفادات کے کنویں کھود رکھے ہیں اور اسی کنویں کے مینڈک بنے ٹرٹرا رہے ہیں، وسیع انسانی سمندر کو خطاب کرنے والا سوائے قرآن کے کوئی اور نہیں ہے، یہ اس مبارک کتاب کی برکت تھی جس کی بناء پر تمام انسان ایک قرار دئے گئے، اور یہ ہمہ گیر اعلان ہمیشہ کے لئے کردیا گیا: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (الحجرات: ۱۳) (اے انسانو! ہم نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں جان پہچان کے لیے قبائل اور برادریوں میں تقسیم کیا، بلاشبہ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے بڑھ کر عزت والا وہ ہے جو تم میں اللہ کا سب سے زیادہ لحاظ رکھتا ہے)

اس مبارک کتاب کی برکتوں کو قلم احاطہ تحریر میں لا نہیں سکتا، زندگی کا، قوموں کا، حالات کا، تہذیب وتمدن کا اور انسانی نفسیات معاشیات اور اقتصادیات کا کوئی مسئلہ لیجئے، اور اس کتاب کی روشنی میں حل کی طرف آیئے، پھر دیکھئے کہ اس کی برکتیں کیسے ظاہر ہوتی ہیں، اور مسائل کے قفل اس شاہ کلید سے کس طرح ایک ایک کرکے کھلتے چلے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے بذات خود اس کتاب کو مبارک بتا کر اس میں غور وتدبر کرنے کی دعوت دی ہے اور صحیح غور وفکر کرنے والوں کو عقل ودانش کا حامل قرار دیا ہے، غور وتدبر اسی میں کیا جاتا ہے جو اپنے اندر مختلف مسائل کا حل رکھتا ہے: ﴿كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِّيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ﴾ (ص: ۲۹) (یہ کتاب ہم نے آپ کی طرف اتاری ہے نہایت بابرکت کتاب تاکہ غور کرنے والے اس کی آیتوں میں خوب غور کریں اور عقل رکھنے والے اس سے نصیحت حاصل کریں)

جماعت و امامت

فضائل و احکام

مفتی راشد حسین ندوی

احادیث میں پنج وقتہ نمازیں جماعت کے ساتھ ادا کرنے کے فضائل کثرت سے بیان کئے گئے ہیں، اور بغیر کسی عذر کے جماعت ترک کرنے پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، اسی لیے جماعت سے پنج وقتہ نماز پڑھنے کو ہمارے ائمہ نے سنت مؤکدہ قریب بواجب قرار دیا ہے، جب کہ بعض حضرات نے اسے واجب یا فرض بھی کہا ہے۔ (شامی: ۱/ ۴۰۸، ہندیہ: ۱/۸۲)

ذیل میں ہم چند احادیث کا ذکر کررہے ہیں جن میں جماعت کی فضیلت وتاکید نیز ترک جماعت پر وعید وارد ہوتی ہے:

۱- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”نماز جماعت تنہا نماز کے مقابلہ میں ۲۷/ گنا زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ (بخاری ومسلم)

(۲) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: ہم نے اپنا جائزہ لیا تو (صورت حال یہ پائی کہ) نماز سے صرف وہی منافق پیچھے رہتا تھا جس کا نفاق کھل گیا ہو یا جو مریض ہو اور مریض دو آدمیوں کے درمیان چل کر آتا تھا...... جو شخص بھی وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے پھر ان مسجدوں میں سے کسی میں آئے تو اللہ اس کے ہر ایک قدم کے بدلہ میں جس کو وہ اٹھاتا ہے ایک نیکی لکھ دیتا ہے، اور ایک درجہ بلند کردیتا ہے، اور ایک گناہ معاف فرمادیتا ہے۔ (مسلم)

۳- حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، میرا ارادہ ہوا کہ میں لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں تو اس کی اذان دی جائے پھر میں کسی شخص کو حکم دوں اور وہ لوگوں کی امامت کرے پھر ان لوگوں کے پاس جاؤں جو نماز میں شریک نہیں ہوتے اور ان کے گھر جلادوں۔ (بخاری ومسلم)

۴- حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب بھی تین آدمی کسی بستی یا ویرانہ میں ہوں اور ان میں جماعت قائم نہ کی جائے تو ان پر شیطان مسلط ہوجاتا ہے، لہٰذا تم جماعت کو لازم پکڑو، اس لیے کہ بھیڑیا تنہا دور چلی جانے والی بکری کو کھا جاتا ہے۔ (ابوداؤد، نسائی، مسند احمد)

۵- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے مؤذن کی اذان سنی اور وہاں جانے سے روکنے والا کوئی عذر اس کو نہ ہو، لوگوں نے کہا: کیسا عذر؟ فرمایا: خوف یا بیماری، تو جو نماز اس نے تنہا پڑھی قبول نہیں کی جائے گی۔ (ابوداؤد، دارقطنی)

ان جیسی احادیث کی بنیاد پر بہت سے مشائخ احناف نے جماعت کو واجب قرار دیا ہے، جن حضرات نے سنت مؤکدہ قرار دیا ہے، انہوں نے بھی اسے واجب کے قریب قرار دیا ہے۔ (شامی: ۱/ ۴۰۸-۴۱۰، ہندیہ: ۱/۸۲) لیکن یہ حکم پنج وقتہ نمازوں کا ہے۔

عیدین و جمعہ میں جماعت کا حکم:-

جہاں تک جمعہ اور عیدین کا تعلق ہے تو جماعت ان میں شرط ہے، اس معنی میں کہ جماعت کے بغیر یہ نمازیں صحیح نہیں ہوں گی۔ (شامی: ۱/ ۴۰۸)

وتر و نفل میں جماعت کا حکم :-

رمضان المبارک میں وتر کی نماز جماعت سے پڑھنا مستحب ہے، اور تراویح کی نماز جماعت سے پڑھنا مسنون ہے، اگر پورے محلہ والے چھوڑ دیں تو سنت کے تارک اور گنہگار ہوں گے، اور اگر چند لوگ جماعت سے تراویح ترک کرکے گھر میں پڑھیں بقیہ اہل محلہ تراویح جماعت سے پڑھیں تو ترک کرنے والے صرف فضیلت کے تارک ہوں گے۔

جہاں تک نوافل کا تعلق ہے تو ان کا باجماعت پڑھنا اگر تداعی کے ساتھ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے، چاہے صلاۃ التسبیح ہو یا رمضان المبارک وغیرہ میں تہجد کی نماز ہو، اور تداعی کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ باقاعدہ اس کا اہتمام ہو اور لوگوں کو اس کی دعوت دی جائے، اس معنی کے لحاظ سے اگر اہتمام کے بغیر موجود لوگ کسی نفل کو ادا کرلیں تو کراہت نہیں ہوگی، لیکن تداعی کے دوسرے معنی یہ بیان کئے گئے ہیں کہ نماز پڑھنے والوں کی تعداد تین سے زائد نہ

ہو، اگر اس سے بڑھ جائیں تو تداعی کا حکم لگ جائے گا، اور جماعت مکروہ ہو جائے گی۔ (شامی: ۱/۵۲۴، ہندیہ: ۱/۸۳)

جماعت ثانیہ کا حکم:-

اگر محلہ کی مسجد میں محلّہ والوں نے اذان واقامت کے ساتھ نماز پڑھ لی ہو تو وہاں جماعت ثانیہ اذان واقامت کے ساتھ کرنا مکروہ تحریمی ہے، بعض حضرات نے اذان کے بغیر بھی جماعت ثانیہ کو مکروہ قرار دیا ہے، لیکن امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ (اذان کے بغیر) اگر پہلی جماعت کی ہیئت بدل کر جماعت قائم کی جائے تو کراہت نہیں ہوگی، اس قول کو علماء نے پسند کیا ہے۔
(شامی: ۱/۴۰۹)

لیکن مناسب یہی ہے کہ اہل محلہ ہی میں سے کچھ لوگوں کی جماعت چھوٹ گئی ہو تو وہ جماعت ثانیہ نہ کریں، مسافرین اور دوسرے لوگوں کی چھوٹ گئی ہو تو وہ پہلی جماعت کی ہیئت بدل کر کر سکتے ہیں، یہ فرق اس لیے کیا گیا کہ اہل محلہ کو جماعت ثانیہ کی اجازت دے دی جائے تو ان کے دلوں سے اصل جماعت کی اہمیت ختم ہو جائے گی، مسافروں کو اجازت دینے میں یہ خرابی نہیں ہے۔

لیکن اگر پہلی جماعت اہل محلہ کے بجائے دوسرے لوگوں نے کر لی ہو یا اہل محلّہ ہی نے آہستہ اذان دے کر جماعت کر لی ہو یا وہ محلہ کے بجائے راستہ اور روڈ کے کنارے کی مسجد ہو جس کے متعین نمازی نہ ہوں، نہ امام وموذن مقرر ہوں، بلکہ مختلف گروپ اگر نماز پڑھتے رہتے ہوں تو وہاں جماعت ثانیہ بالاتفاق جائز ہے۔
(شامی: ۱/۴۰۸-۴۰۹، بدائع الصنائع: ۱/۳۷۸-۳۷۹)

کن لوگوں کے لیے جماعت چھوڑنے کی گنجائش ہے:

جماعت سے نماز پڑھنا عاقل بالغ قادر مردوں کے اوپر واجب یا سنت مؤکدہ ہے، اگر ان لوگوں میں سے کسی کی جماعت فوت ہو جائے تو اسے اختیار ہے، چاہے تو قریب کی دوسری مسجد میں جماعت مل سکتی ہو تو وہاں جا کر جماعت سے نماز پڑھ لے یا محلّہ کی مسجد میں انفرادی طور پر نماز پڑھ لے، یا گھر میں بیوی بچوں کے ساتھ جماعت قائم کر کے نماز پڑھ لے، اگر عورتوں کو نماز پڑھانا ہو تو ان کو اپنے پیچھے رکھنا ضروری ہے، خواہ ایک ہی عورت کیوں نہ ہو۔

(ہندیہ: ۱/۸۳، شامی: ۱/۴۱۰)

اور اگر کسی کے اندر یہ شرائط مفقود ہوں تو جماعت سے نماز پڑھنا اس پر واجب نہیں رہتا، چنانچہ مندرجہ ذیل لوگوں پر جماعت واجب یا سنت مؤکدہ نہیں ہے:

۱- عورتوں، بچوں اور پاگل شخص پر جماعت واجب نہیں ہے، اس لیے کہ بچے اور پاگل کسی اسلامی حکم کے مکلف ہی نہیں ہوتے، اور عورتوں کو جماعت کے احکام سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے، اور گھر میں نماز پڑھنے کو ان کے لیے زیادہ باعث ثواب قرار دیا گیا ہے۔
(ابوداؤد)

۲- جن کو کوئی مرض لاحق ہو (جس کی وجہ سے مسجد جانے میں دشواری ہو) یا جو لنج ہو یا جس کا ایک ہاتھ اور ایک پیر الگ الگ جانب سے کٹا ہوا ہو، یا جو بہت بوڑھا ہو گیا ہو اور چلنے پر قادر نہ ہو، اسی طرح اگر کوئی نابینا ہو اور اس کو مسجد لے جانے والا کوئی نہ ہو تو ان اعذار کی بنیاد پر جماعت کا وجوب ختم ہو جاتا ہے، لیکن اگر ان حضرات میں سے کوئی مسجد جانے پر قدرت رکھتا ہے تو اس کو کوشش یہی کرنی چاہیے کہ مسجد کی جماعت فوت نہ ہونے پائے، اس لیے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے، فرماتے ہیں کہ ایک نابینا آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی مسجد تک لے جانے والا نہیں ہے اور درخواست کی کہ آنحضرت ﷺ ان کو گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت دے دیں تو آپ ﷺ نے ان کو اجازت دے دی، پھر جب وہ نابینا واپس ہونے لگے تو آپ نے ان کو بلایا اور پوچھا کہ کیا تم کو اذان سنائی دیتی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں، تو آپ نے فرمایا: تو اس کا جواب دو۔ (یعنی مسجد آ کر نماز میں شرکت کرو) (مسلم)

۳- جب چھوٹے یا بڑے استنجاء کی سخت حاجت محسوس کر رہا ہو یا کھانا آ گیا ہو اور اس کا دل کھانے میں لگا ہوا ہو،

اس لیے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کھانے کے آجانے پر نماز (کامل) نہیں ہوگی، نہ اس حالت میں کہ اسے دونوں استنجاؤں میں سے کسی کا شدید تقاضہ ہو۔ (مسلم) ....(باقی صفحہ نمبر ۳۲ پر)

مسلمانوں کے لیے لائحۂ عمل

مولانا عزیز الحسن صدیقی

ملک کی فضا عدم رواداری اور فرقہ واریت کے زہر سے پراگندہ اور نفرت کی سیاست سے مسموم ہو چکی ہے، ایک رپورٹ کے مطابق سال گذشتہ کے ابتدائی چار مہینوں میں فرقہ وارانہ تشدد کے ۳۳۰/ واقعات پیش آچکے ہیں، متعدد حق گو اور انصاف پسند غیر مسلم ادیب جو فرقہ واریت اور نفرت انگیز سیاست کے خلاف ہمیشہ سرگرم رہے موت کی نیند سلا دیئے گئے، بیف خوری کا غلط الزام لگا کر محمد اخلاق کو ہلاک کیا گیا لیکن حکمرانوں کے دل نہیں پسیجے، پورے ملک کے مختلف زبانوں کے ادیبوں نے ناراضی جتانے کے لیے اپنے ایوارڈ لوٹا دیئے مگر حکومت ٹس سے مس نہ ہوئی، اس سے زیادہ دکھ اور افسوس کی بات یہ ہے کہ اردو کے معدودے چند ادیبوں کے سوا کسی نے بھی دوسری زبانوں کے ادیبوں کے ساتھ کھڑے ہونے کی جرأت نہیں دکھائی، کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے بزدلی اور نفاق کی انتہا کر دی۔

ہمارا حال یہ ہے ہم نے زبانی احتجاج ہی کو سب کچھ سمجھ رکھا ہے، دوسروں کے ساتھ مل کر بھی ہم کچھ کرنے کو تیار نہیں ہوتے ہمیں تجاہل عارفانہ اور حقائق سے آنکھیں چرانے کی عادت سی پڑ گئی ہے، شتر مرغ کی طرح ریت میں سر چھپانے سے طوفان ٹلا کرتا تو کبھی کا ٹل گیا ہوتا۔

برادران وطن نے عدم رواداری کے سوال پر جس طرح حکومت کو گھیرا ہے، اس کی مثال نہیں ملتی، گذشتہ پارلیمانی انتخاب میں عوام نے این ڈی اے کے خلاف ۶۹/ فیصد ووٹ دے کر موجودہ برسر اقتدار طبقہ کو اس کی اوقات بتا دی تھی، اور اب انہوں نے سیکولرزم پر یقین رکھنے والی جماعتوں کی حمایت کر کے اور بہار میں متحدہ محاذ کو کامیاب بنا کر فرقہ پرست طاقتوں کو متنبہ کر دیا ہے کہ اگر انہوں نے اپنی روش نہیں بدلی تو اس سے زیادہ سخت اور سنگین نتائج بھگتنے کے لیے تیار رہیں۔

ہمیں ایسے تمام لوگوں کا شکر گذار ہونا چاہیے جنہوں نے عوامی اجتماعات میں اور پارلیمنٹ میں فرقہ پرستوں کو آئینہ دکھانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی، یہ بات بھی بڑی خوش آئند ہے کہ صدر جمہوریہ نے یہ کہہ کر ”ملک میں سڑکوں پر گندگی نہیں ہے بلکہ لوگوں کے ذہنوں میں ہے اور اس کو صاف کرنے کی ضرورت ہے“ اپنے منصب کا حق تو ادا کیا ہی ہے، ساتھ ساتھ مسند اقتدار پر براجمان لوگوں کو بروقت آگاہ بھی کیا ہے کہ وہ اپنی موجودہ روش سے باز آجائیں، ورنہ ملک اور قوم کو نقصان اور تباہی سے نہیں بچایا جاسکتا۔

کشتی میں سوراخ کرنے والوں کو سوچنا چاہیے کہ سوراخ سے جب پانی کشتی میں آئے گا تو کشتی کا ڈوبنا یقینی ہے اور ظاہر ہے کہ اس میں جتنے سوار ہوں گے سب ڈوبیں گے، صدر جمہوریہ نے یہی بات سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ کاش کہ اقتدار کے نشے میں ڈوبے ہوئے لوگوں کو اب بھی ہوش آجائے۔

مسلمانوں کو خوش ہونا چاہیے اور اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ شر سے خیر کا ظہور ہو رہا ہے، دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو رہا ہے، اور حق پسندوں کی تعداد بڑھ رہی ہے، اور ظالم منہ چھپاتے پھر رہے ہیں، یاد کیجئے اندرا گاندھی کی ایمر جنسی ہندوستانی قوم زیادہ دنوں تک برداشت نہ کر سکی تھی، پھر وہ کیسے این۔ ڈی۔ اے کی ایمر جنسی جھیل لیتی۔

اگر ہمیں وطن عزیز میں اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کرنا ہے تو ناکارگی سے باز آنا ہوگا، اور خوش فہمی کے خول سے باہر نکلنا ہوگا، ساحل کا تماشائی نہیں بلکہ ڈوبنے والوں کو بچانے والا بننا ہوگا، علمائے کرام جو ملک کی آزادی کے بعد سمجھ بیٹھے تھے کہ ان کا کام ختم ہو گیا خوب اچھی طرح سمجھ لیں کہ ان کا کام تو اب شروع ہوا ہے، سیاست سے کنارہ کشی، عوامی معاملات ومسائل سے پہلو تہی ان کے لیے نہیں پوری قوم کے لیے سم قاتل ثابت ہوئی ہے، انہیں اس ملک کی قیادت کرنی تھی جب کہ وہ دوسروں کے پچھ لگو اور طفیلی بن گئے اور حاشیے پر ڈال دیئے گئے، مظفر نگر کے سانحہ نے انہیں مدرسوں کی چہار دیواری سے باہر نکالا تھا، اب وہ پھر قلعہ بند ہونے کی کوشش نہ کریں اور اپنے اسلاف کی طرح مدرسے بھی سنبھالیں اور باہر کی دنیا سے بھی تعلق رکھیں، انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ ۱۸۵۷ء میں ان کے پیشرو بیدار رہے، پھر ۱۹۴۷ء کے انقلاب میں بھی وہی پیش پیش رہے اور فرقہ واریت اور فاشزم کے عفریت کا مقابلہ کیا، آج پھر

وقت آگیا ہے کہ جام شریعت اور سندان عشق دونوں کو سنبھالنے کی کوشش کی جائے۔

عوامی سطح پر احتجاج کرنا اور ایوان حکومت تک اپنی بات پہنچانا اور مطالبات پیش کرنا بھی ضروری ہے، لیکن یہی کافی نہیں ہے، مسلمان ہونے کے ناطہ ہمارے اوپر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان کی طرف سے ہمیں غفلت نہیں برتنی چاہیے، ہمارے خلاف ہی نہیں انسانیت کے خلاف کیا کچھ ہو رہا ہے، کہاں کیا سازشیں ہو رہی ہیں، صنعت و تجارت میں ہماری پوزیشن کیا ہے، ہمارے نوجوان کس حال میں ہیں اور انہیں کیسا ہونا چاہیے، ہمارے گھروں کا حال کیا ہے، ہماری مائیں اور بہنیں اور بہو بیٹیاں کیا اپنی دینی و اخلاقی ذمہ داریاں ادا کرتی ہیں، کیا ہم خدمت خلق کے میدان میں سرگرم ہیں، یہ وہ سوالات ہیں جن کے جواب پر ہمارے مرض کی تشخیص اور علاج موقوف ہے، اگر ہم نے اپنے مرض کو چھپایا اور معالج کو اندھیرے میں رکھا تو کبھی علاج نہیں ہو سکتا۔

ہمیں اندازہ ہونا چاہیے کہ ہماری گھریلو زندگی پوری طرح ڈسٹرب ہے، ہمارے نوجوان بگڑے ہوئے اور ہماری خواتین فیشن کی دلدادہ ہیں، ہماری شادی بیاہ کی تقریبات اغیار جیسی ہوا کرتی ہیں گویا کہ ہمارے پاس اپنا کچھ بھی نہیں ہے، سب کچھ دوسروں سے مستعار (مانگا ہوا) ہے، فضول خرچی میں کوئی قوم ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتی، ہم اردو کے لیے ٹسوے ضرور بہاتے ہیں مگر شادی کارڈ انگریزی میں چھپواتے ہیں، نقالی کوئی ہم سے سیکھے، خیر کے کاموں میں ہم ساری قوموں سے پیچھے ہیں، اسپتال قائم کرنا، مریضوں کی خدمت کرنا ہم نے سیکھا ہی نہیں، پورے برصغیر میں ایک بوڑھا خادم خلق ایدھی ہے اور بس، وہ فرض کفایہ ادا کر رہا ہے اور پوری قوم عیاشی اور فضول خرچی میں مبتلا ہے۔

اخباری اطلاعات کے مطابق فیس بک کے بانی مارک زکر برگ نے اپنی کمپنی کے شیئرز جس کی مالیت اس وقت ۴۵/ ارب ڈالر یعنی ۴۷/ کھرب ۵۰/ ارب روپے ہے آئندہ نسلوں کی فلاح و بہبود پر خرچ کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔

ہمارا بس ایک چھوٹا سا سوال ہے کہ کیا ہمارا سرمایہ دار طبقہ مارک زکر برگ کے اس عمل سے سبق لینے کے لیے تیار ہے اور کیا اپر کلاس اور مڈل کلاس ہی نہیں لور کلاس کے مسلمان جو دوسروں کی ریس کرنے میں خود کو تباہ کر لیتے ہیں مہنگی شادی کے بجائے کم لاگت والی شادی کر کے اپنے سرمایہ کو تعلیم و تجارت اور معاشی بنیادوں کو مضبوط کرنے اور معاشی بدحالی کے شکار مسلمانوں اور غربت کی سطح سے نیچے زندگی گذارنے والے برادران وطن کی امداد و اعانت میں صرف کریں گے؟ مسلمانوں کی بے حسی اور غفلت شعاری پر کڑھنے کے بجائے ہم غایت درجہ ہمدردی کے ساتھ انہیں یہ مشورہ دینا چاہیں گے کہ حالات کتنے ہی ناموافق ہوں، انہیں غدار کہا جا رہا ہو، ان کے راستے میں کانٹے بچھائے جا رہے ہوں پھر بھی وہ اپنا فرض منصبی ادا کرتے رہیں، دنیا ہمیں دہشت گردی کا الزام دیتی رہے مگر ہم اخلاق نبوی کا مظاہرہ کرتے رہیں، مکی زندگی سے سبق حاصل کریں، زبان سے نہیں بلکہ اپنے اعمال سے اسلام کی صداقت و حقانیت کا ثبوت دیتے رہیں، داعی کا کردار ادا کریں، الزامی جواب کے بجائے اثباتی پہلو اختیار کریں، بے غرضی کے ساتھ مخلوق خدا کی خدمت میں لگے رہیں، کبھی کبھی کسی مریض کے دماغ پر بخار چڑھ جاتا ہے اور ہذیانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے تو وہ گالیاں بکنے لگتا ہے حتیٰ کہ ڈاکٹر کے منہ پر تھوک دیتا ہے لیکن ڈاکٹر مریض سے ناراض نہیں ہوتا بلکہ محبت سے پیش آتا ہے، ہماری قوم پر اس وقت ہذیان کے دورے پڑ رہے ہیں، اس لیے ہمیں اس کے ساتھ وہی سلوک کرنا چاہیے جو ایک مخلص معالج مریض کے ساتھ کرتا ہے۔

چلتے چلتے ایک بات اور گوش گذار کر دینا ضروری ہے اور وہ یہ کہ مسلمان بات بات میں دوسروں کو الزام دینا ترک کر دیں، اپنے نوجوانوں کو بری صحبت سے بچائیں اور ان کی بے جا حمایت بالکل نہ کریں، اپنے گھروں کو ہی نہیں گلی اور محلہ کو بھی صاف ستھرا رکھیں، یہ بات بڑی معیوب ہے کہ ہم جس محلہ یا علاقہ میں رہتے ہیں وہ شہر کی سب سے گندی بستی سمجھی جاتی ہے، ہمارے واعظین و مصلحین ساری باتیں کہتے ہیں اور رات رات بھر جلسوں میں جاگتے اور جگاتے ہیں مگر صفائی ستھرائی کی تلقین کیوں نہیں کرتے! قومی یکجہتی، انسانی مساوات اور خدمت خلق کے موضوع پر تقریروں اور کانفرنسوں سے وہ فائدہ حاصل نہیں ہوتا جو اس قسم کے چھوٹے موٹے کام کرنے سے ہو سکتا ہے۔

نام کے روزہ دار

محمد ارمغان بدایونی ندوی

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ (رضي الله عنه) قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ، فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَ شَرَابَهُ. (صحيح البخاري: ١٩٠٣)

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے (روزہ میں) جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑا، تو اللہ کو اس بات کی بالکل ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔

فائدہ:- رمضان المبارک کا مہینہ برکت کا خزینہ، رحمت کا سایہ، مغفرت کا شامیانہ ہے، اس مہینہ میں نمازوں اور نمازیوں کی تعداد میں اضافہ ہو جاتا ہے، مساجد آباد نظر آتی ہیں، قرآن مجید کی تلاوت کا عام ماحول ہوتا ہے، محلوں اور سڑکوں پر دینداری نظر آتی ہے، ہر روزہ دار بازاری گفتگو سے حتی الامکان گریز کرنے کی کوشش کرتا ہے، اور خیر کے امور سے وابستگی میں اپنی سعادت سمجھتا ہے، درحقیقت روزہ کا مقصد بھی یہی ہے کہ انسان کو اپنی روزمرہ زندگی میں اللہ تعالیٰ کا مستقل لحاظ پیدا ہو جائے، قرآن مجید میں اسی مقصد کو بلیغ اسلوب میں بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْن﴾ (البقرة: ١٨٣) (اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے، عجب نہیں کہ تم متقی بن جاؤ) اس آیت سے معلوم ہوا کہ روزہ کا بنیادی مقصد محض انسان کو بھوکا پیاسا رکھنا نہیں، بلکہ انسان کے اندر تقوی کی وہ صفت پیدا کرنا ہے، جس کی بنیاد پر انسان ہر قسم کے گناہوں سے نفرت کرنے لگے، ہر کام میں اس کو اللہ تعالیٰ کا لحاظ پیدا ہو جائے، جس طرح روزہ میں انسان غلط کام سے اس لیے باز رہتا ہے کہ اس کا روزہ ہے، اسی طرح روزہ کے علاوہ دنوں میں بھی غلط کاموں سے اس لیے دور رہے کہ وہ ایک ''مسلمان'' ہے۔

روایات میں آتا ہے کہ جب رجب کا مہینہ شروع ہوتا تو آپ ﷺ رمضان کی تیاریاں کرنا شروع فرمادیتے، رجب و شعبان کے مہینوں میں روزے رکھتے، برکت کی دعائیں مانگتے، رمضان تک پہنچنے کی دعا کرتے، اور رمضان المبارک کا اس طرح استقبال فرماتے جیسے کسی بہت بڑے مہمان کا استقبال ہوتا ہے، اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم أجمعین و اولیائے کرام رحمہم اللہ کے معمولات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رمضان کے مہینہ کا مستقل انتظار کرتے، نہایت خوشی و مسرت کے ساتھ رمضان المبارک کا استقبال فرماتے، راتوں میں اکثر حصہ جاگ کر خدا تعالیٰ کی عبادت میں گذارتے، دنوں میں بھی عام معمولات سے ہٹ کر زیادہ تر حصہ تلاوت اور غریبوں و مسکینوں کی مدد کرنے میں گذارتے، قرآن مجید کے کئی دور مکمل فرماتے۔

نبی پاک ﷺ اور اکابر امت کے رمضان سے متعلق معمولات کا مختصراً جائزہ لینے کے بعد اگر آج ہم اپنی زندگیوں کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے، نہ رمضان سے قبل اس کی آمد کا انتظار ہوتا ہے، نہ ہی اس مہینہ کے شروع ہونے پر اس میں معمولات کی کوئی خاص پابندی ہوتی ہے، اور نہ ہی اس مبارک مہینہ کے ختم ہو جانے کے بعد زندگیوں پر اس کا کوئی خاص اثر نظر آتا ہے، جب کہ رمضان میں روزوں کی فرضیت کا مقصد ہی یہ تھا کہ لوگوں کے اندر تقوی والی صفت پیدا ہو، زندگی کے ہر موڑ پر اللہ تعالیٰ کے احکامات کا لحاظ رہے، لیکن آج کل یہ تصور ہی لوگوں کے ذہنوں سے نکل گیا، اور یہ بات عام ہوگئی کہ روزہ وہ شخص رکھتا ہے جس کے پاس کھانے پینے کو نہ ہو، اور دوسری طرف خود روزہ رکھنے والوں کا عام طور پر یہ مزاج بن گیا کہ اگر ہم نے روزہ نہیں رکھا تو معاشرہ میں لوگ ہم کو بری نظر سے دیکھیں گے، یہی وجہ ہے کہ آج روزہ کا وہ اثر بھی ختم ہو گیا، جو قرن اول میں ہوا کرتا تھا، حقیقت یہ ہے کہ اگر رمضان کے مہینہ سے ہماری زندگیوں میں تبدیلی واقع نہیں ہوتی، احتساب نفس و اخلاص کی کیفیت اور گناہوں سے نفرت پیدا نہیں ہوتی تو ہمارا روزہ بے روح ہے، صرف کھانا پینا چھوڑ دیئے جانے والا روزہ ہے، اسی قسم کے روزہ کے متعلق حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ ایسے روزہ کی اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں۔

رمضان المبارک کے مختلف مسائل

سحری و نیت

روزے چاہے رمضان کے ہوں، چاہے کسی اور چیز کے بہر حال ان کے لیے سحری کھانا سنت ہے، چنانچہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: ''سحری کھایا کرو، اس لیے کہ سحری کھانے میں برکت ہے''۔ (متفق علیہ)۔ ایک دوسری حدیث میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق اور امتیاز سحری کھانے کا ہے (کہ ہم کھاتے ہیں، وہ نہیں کھاتے)۔ (مسلم)

رہی نیت تو اس کے بغیر روزہ نہیں ہوگا، چنانچہ اگر کوئی شخص صبح سے شام تک ان تمام چیزوں سے احتراز کرے جن سے روزہ دار احتراز کرتا ہے لیکن اس کی نیت روزہ رکھنے کی نہ ہو تو اس کا روزہ نہیں ہوگا، چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو فجر سے پہلے ہی نیت نہ کرے اس کا روزہ نہیں ہوگا۔ (ترمذی)

بعض دوسری احادیث کے پیش نظر فقہاء نے فرمایا کہ زوال سے ایک گھنٹہ پہلے نیت کر لے بشرطیکہ کچھ کھایا پیا نہ ہو تو رمضان اور نفلی روزہ رکھنا درست ہوگا، اور نیت کا محل چونکہ دل ہوتا ہے لہٰذا صرف دل میں یہ ارادہ کر لینا کافی ہے کہ کون سا روزہ رکھ رہا ہوں، زبان سے کہنا ضروری نہیں ہے، البتہ بہتر یہی ہے کہ زبان سے بھی کہہ دے۔

جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے

بھول کر کھانے پینے، سر میں تیل لگانے، عطر لگانے اور نہانے دھونے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، اگر دن میں سو جائے اور احتلام ہو جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، اسی طرح دن میں انجکشن لگوانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ فوری ضرورت نہ ہو تو افطار کے بعد انجکشن لگوائے، مسواک خواہ تازی اور ہری ہو یا چاہے خشک ہو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، البتہ منجن وغیرہ کرنا مکروہ ہے اور اگر منجن حلق سے نیچے اتر جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اگر زبان سے کوئی چیز چکھ کر تھوک دے تو روزہ نہیں ٹوٹتا، البتہ بلا ضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے۔

رمضان کے مہینہ میں اگر کسی کا روزہ کسی وجہ سے ٹوٹ جائے تب بھی اس پر واجب ہے کہ رمضان کے احترام میں دن میں روزہ دار کی طرح کھانے پینے سے احتراز کرے۔

قضا وکفارہ واجب ہونے کی صورتیں

روزے کو فاسد کرنے والی چیزیں دو طرح کی ہیں، بعض وہ ہیں جن سے قضاء بھی لازم ہوتی ہے اور کفارہ بھی لازم ہوتا ہے، اور یہ چیزیں تین ہیں:

۱- میاں بیوی کا مخصوص تعلق قائم کرنا، خواہ مادہ خارج ہو یا نہ ہو، دونوں شکلوں میں روزہ ٹوٹ جائے گا اور کفارہ لازم ہوگا، اگر یہ عمل عورت کی رضامندی سے ہوا تو اس پر بھی کفارہ لازم ہوگا، اور اگر اس کی رضامندی نہیں تھی، شوہر نے یہ عمل زبردستی کیا تو عورت پر صرف قضاء لازم ہوگی، اگر ابتداء میں اسے مجبور کیا گیا ہو اور بعد میں اس کی رضامندی ہو گئی ہو تب بھی اس پر صرف قضاء لازم ہوگی۔

۲- جان بوجھ کر کسی ایسی چیز کا کھانا جس کو بطور غذاء یا دوا استعمال کیا جاتا ہے، جیسے روٹی چاول شربت یا کسی دوا کا استعمال کرنا۔

اس کے برخلاف اگر بھولے سے یہ اعمال انجام دے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا اور اگر کوئی ایسی چیز کھائے جسے غذاء یا دوا کے طور پر کھایا نہیں جاتا ہے تو روزہ ٹوٹ جائے گا لیکن صرف قضاء لازم ہوگی کفارہ لازم نہیں ہوگا، مثلاً کوئی کنکری یا لوہے کا ٹکڑا کھا لے۔

ان تین چیزوں سے کفارہ واجب ہونے کا ذکر اشارۃً یا صراحتاً حضرت ابو ہریرہؓ کی اس حدیث میں آیا ہے، فرماتے ہیں کہ ہم سب آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بدو حاضر خدمت ہوئے اور کہا اے اللہ کے رسول! میں تباہ ہو گیا! آپ ﷺ نے پوچھا، کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ میں نے (رمضان کے) روزہ کی حالت میں بیوی سے جماع کر لیا۔ آپ نے پوچھا، کیا آزاد کرنے کے لیے تمہارے پاس غلام ہے؟ اس نے کہا، نہیں، آپ نے فرمایا، تو کیا دو مہینے مسلسل روزہ رکھ سکتے ہو؟ اس نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا، اتنا مال ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو کھلا سکو؟ اس نے کہا نہیں (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ جماع سے قضاء وکفارہ دونوں لازم ہوں گے، اور اشارۃً یہ بھی معلوم ہوا کہ چونکہ کھانا پینا بھی اسی کے درجہ میں ہے لہٰذا اس کا بھی یہی حکم ہوگا، ساتھ ہی کفارہ کی ترتیب بھی معلوم ہوئی کہ پہلے نمبر پر غلام آزاد کرنا ہے، اگر نہ کرسکے جیسا کہ موجودہ دور میں غلامی کا خاتمہ ہوجانے کے سبب کسی کے لیے بھی یہ شکل ممکن نہیں ہے تو دو مہینے مسلسل روزے رکھے، اگر ان روزوں کے درمیان رمضان آگیا یا ایام تشریق آگئے تو تسلسل ٹوٹ جائے گا، اور ابتداء سے روزے رکھنے پڑیں گے، یہی حکم اس وقت بھی ہوگا جب بیمار ہو جائے یا عورت نفاس کی حالت میں ہو جائے، تسلسل اس سے بھی ٹوٹ جائے گا، البتہ اگر درمیان میں عورت کو حیض پیش آجائے تو وہ روزے رکھنا بند کردے، پھر حیض رک جائے تو جتنے روزے باقی رہ گئے تھے صرف وہی رکھ لے پھر سے رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اور اگر کسی کو روزہ رکھنے کی بھی طاقت نہیں ہے تو ساٹھ (۶۰) مسکینوں کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے، یا ہر مسکین کو صدقۂ فطر کے بقدر غلہ دے یعنی نصف صاع (۱/کلو ۶ سو ۳۳ گرام) گیہوں یا ایک کیلو جو یا کھجور یا ان چیزوں کے قیمت کے بقدر کوئی دوسری چیز یا نقد روپئے دے، اگر اس طرح کرنے کے بجائے کسی ایک مسکین کو ساٹھ دن تک دو وقت کھانا کھلادے تب بھی کفارہ ادا ہو جائے گا۔

قضا واجب ہونے کی صورتیں

جن صورتوں میں صرف قضاء لازم ہوتی ہے، کفارہ لازم نہیں ہوتا، وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱-اگر کسی کو کھانے پر جان ومال کی دھمکی دے کر مجبور کیا گیا' اور اس نے خوف سے کھالیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا، لیکن صرف قضاء لازم ہوگی' یہی حکم اس وقت ہوگا جب غلطی سے کچھ کھاپی لے، یعنی روزہ یاد تھا کھانے یا پینے کا ارادہ نہیں تھا لیکن کھانے پینے کی چیز حلق سے نیچے اتر گئی، اس طرح بھولے سے کھانا الگ چیز ہے اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، اور غلطی سے کھانا الگ چیز ہے اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضاء لازم ہو جاتی ہے۔

۲-اگر کوئی ایسی چیز کھائی یا پی جس کو بطور دوا یا غذا نہیں کھایا پیا جاتا ہے جیسے کنکری وغیرہ۔

۳-دانتوں میں کوئی چیز اٹکی ہوئی تھی اگر وہ چنے کے برابر یا اس سے بڑی تھی تو اس کو نگلنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضاء ہوگی اور اگر چنے سے چھوٹی تھی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، لیکن یہ اس وقت ہے جب منہ سے نہ نکالا ہو اگر نکال کے کھائے تو چیز چھوٹی ہو یا بڑی روزہ ٹوٹ جائے گا۔

۴-اگر حقنہ لگایا، یا ناک کے اندرونی حصہ میں دوا ڈالی، یا کان میں تیل یا کوئی دوا ڈالی، یا عورت نے اپنے مخصوص شرم گاہ میں دوا ڈالی تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور صرف قضاء لازم ہوگی، لیکن اگر آنکھ میں دوا ڈالی یا سرمہ لگایا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، اسی طرح اگر کان میں پانی ڈالا تب بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

۵-اگر اگربتی یا لوبان سلگائی پھر اس کو سونگھا اور دھواں اندر چلا گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اسی طرح سگریٹ بیڑی وغیرہ سے بدرجہ اولیٰ روزہ ٹوٹ جائے گا۔

۶-قے کے بارے میں لوگوں میں عام طور سے یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ چاہے جس طرح کی بھی قے ہو روزہ ٹوٹ جائے گا، حالانکہ اس کے بارے میں کچھ تفصیل ہے، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس کو روزہ کی حالت میں خود سے قے ہو جائے اس پر قضاء نہیں ہے اور جو جان بوجھ کر قے کرے اس پر قضاء لازم ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی) اس حدیث کی بنیاد پر فقہاء نے فرمایا کہ قے کی کئی حالتیں ہوسکتی ہیں لیکن روزہ صرف دو حالتیں میں ٹوٹے گا: (۱) ایک تو یہ کہ منہ بھر کے قے ہو اور روزہ دار اس کو نگل جائے۔ (۲) عمداً منہ بھر کے قے کرے، باقی کوئی صورت مفسد صوم نہیں ہے۔

پان تمباکو اور سیگریٹ بیڑی کا حکم

اسی حکم میں پان تمباکو اور سیگریٹ وغیرہ بھی ہیں، پان تمباکو' کی پیک اگر کوئی نگل لیتا ہے تو بالکل واضح بات ہے کہ اس نے ایک چیز حلق کے نیچے اتار لی، لہٰذا اس سے روزے کے چلے جانے میں کوئی شبہ کی بات ہی نہیں ہے، لیکن بعض لوگ پیک نگلتے نہیں ہیں صرف پان یا تمباکو چبا کر اس کو تھوک دیتے ہیں، اس سے بعض حضرات کو شبہ ہوتا ہے کہ اس سے شاید روزہ نہ ٹوٹے اس لیے کہ

فقہاء نے فرمایا ہے کہ کسی چیز کے چبانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اور اس شکل میں صرف ایک چیز کو چبایا گیا کھایا نہیں گیا، لیکن یہ شبہ درست نہیں ہے، اس لیے کہ کھانے پینے کو مفسد صوم قرار دیا گیا ہے، اور ان چیزوں کے چبانے کو بھی کھانا کہتے ہیں، پھر کچھ اجزاء بہر حال حلق کے نیچے اترتے ہیں، ساتھ ہی اس کے عادی لوگوں کو اس میں خاص لذت ملتی ہے، لہٰذا نہ صرف یہ کہ ان سے روزہ ٹوٹ جائے گا، بلکہ اگر ان چیزوں کو جان بوجھ کر استعمال کیا گیا تو کفارہ بھی لازم ہوگا، اسی حکم میں گل سے دانت مانجھنے کا بھی حکم ہوگا، اس لیے کہ اس میں بھی خاص لذت ملتی ہے، اور کچھ اجزاء کے حلق کے نیچے اتر جانے کا قوی امکان رہتا ہے۔

جہاں تک بیڑی سگریٹ وغیرہ کا تعلق ہے تو اس میں جان بوجھ کر دُھواں اندر لیا جاتا ہے اور جان بوجھ کو دُھواں اندر لینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، لہٰذا ان تمام چیزوں سے پرہیز ضروری ہے۔

منجن اور ٹوتھ پیسٹ کا حکم

آنحضرت ﷺ نے مسواک کی بڑی تاکید فرمائی ہے، اس اعتبار سے فقہاء نے رمضان میں بھی مسواک کرنے کی اجازت دی ہے، چاہے مسواک کی لکڑی سوکھی ہو یا گیلی، لیکن اگر مسواک کی تری یا اس کی لکڑی حلق کے نیچے اتر جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے لہٰذا روزہ کی حالت میں مسواک کرتے ہوئے اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ مسواک کی تری یا لکڑی کا کوئی حصہ حلق سے نیچے نہ اترنے پائے۔

جہاں تک منجن اور ٹوتھ پیسٹ وغیرہ کا تعلق سے تو ان کا حکم مسواک کے حکم سے الگ ہے، اس لیے کہ ان میں ذائقہ بہت بڑھا ہوا ہوتا ہے، لہٰذا جس طرح فقہاء نے فرمایا کہ کسی عذر کے بغیر کسی چیز کا چبانا مکروہ ہے اسی طرح ان سب چیزوں کا بھی حکم ہوگا، البتہ کسی خاص عذر سے اگر ان چیزوں سے دانت مانجھ لے تو انشاء اللہ کراہت نہیں ہوگی۔

آکسیجن کا حکم

دمہ کے سخت مریض کو دورہ پڑنے کے وقت آکسیجن پہنچائی جاتی ہے، روزہ کی حالت میں اس طرح آکسیجن لینے کا کیا حکم ہوگا؟ فقہی جزئیات کو سامنے رکھا جائے تو خیال ہوتا ہے کہ اگر آکسیجن کے ساتھ کوئی دوا نہ ہو تو روزہ فاسد نہ ہونا چاہیے کیونکہ یہ سانس لینا ہے اور سانس کے ذریعہ ہوا لینا نہ مفسد صوم ہے اور نہ اس پر اکل وشرب کا اطلاق ہوتا ہے، اگر اس کے ساتھ دوا کے اجزاء بھی ہوں تو پھر اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا (جدید فقہی مسائل: ۱/ ۱۸۸)

جہاں تک دمہ ہی کے مریض کے لیے انہیلر کے استعمال کا تعلق ہے تو چونکہ اس میں دوا ملی ہوئی ہوتی ہے لہٰذا اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

انجیکشن اور ڈرپ لگوانے کا حکم

جمہور علماء کی رائے یہی ہے کہ انجکشن خواہ کسی بھی قسم کا ہو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا خواہ رگ میں لگایا جائے یا گوشت میں، یہی حکم ڈرپ لگوانے کا بھی ہے، لیکن بغیر کسی عذر کے بہتر یہی ہے کہ دن میں نہ لگوائے، رات میں لگوائے، ضرورت ہو تو دن میں بھی لگوا سکتا ہے، لیکن صرف اس مقصد سے ڈرپ لگوانا کہ بدن میں طاقت آجائے اور پیاس میں کمی ہو جائے مکروہ ہے۔

زبان کے نیچے دوا رکھنے کا حکم

فقہاء نے بلا عذر کسی چیز کو منھ میں رکھنے اور چکھنے کو مکروہ قرار دیا ہے، البتہ یہ وضاحت کی ہے کہ اگر کسی عذر سے ایسا کرے تو کراہت نہیں ہوگی، عذر کی مثال میں فقہاء نے لکھا ہے کہ شوہر اگر بد اخلاق اور سخت مزاج والا ہو تو اس کی بیوی کے لیے نمک وغیرہ کا پتہ لگانے کے لیے چکھنا جائز ہوگا۔ لیکن ساتھ ہی فقہاء نے یہ صراحت بھی کی ہے کہ اگر کوئی ایسی چیز منھ میں رکھی اور چبائی جس کا حلق کے نیچے اتر جانا ظن غالب کے درجہ میں ہے تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اس کی مثال میں فقہاء نے بعض گوندوں کا نام لیا ہے، غالباً اسی وجہ سے ہمارے علماء نے پان تمباکو وغیرہ منھ میں رکھنے کو مفسدِ صوم قرار دیا ہے، اس لیے کہ اس کے اثرات واضح طور پر حلق کے نیچے جاتے ہیں اور تمباکو کی طلب پوری ہو جاتی ہے۔

اس تفصیل کے بعد ہم آسانی سے فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ''انجائنا'' کے مریضوں کے لیے **Angised** کا استعمال اس ضرورت سے کہیں بڑھ کر ہے جس کے تحت بیوی کو نمک چکھنے کی اجازت دی گئی ہے، اور سوال صرف یہ رہ جاتا ہے کہ یہ دوا حلق کے

نیچے تو نہیں اترتی؟ اگر احتیاط کے باوجود دوا کے ذرّات مخصوص گوند کی طرح حلق کے نیچے اتر جاتے ہوں تو اس کے منہ میں رکھنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا، اور زبان کے نیچے رکھنے کے بعد افاقہ ہو جانے سے لگتا ہے کہ بظاہر یہی بات ہے، لیکن ماہرین کی رائے ہے کہ ایسا نہیں ہے، اسی کے پیشِ نظر کہا جاسکتا ہے کہ جہاں تک ہوسکے روزہ دار اس گولی کا استعمال نہ کرے، لیکن اس کے استعمال سے روزہ اسی وقت فاسد ہوگا جب دوا ملا ہوا لعاب حلق کے نیچے اتر جائے، صرف زبان کے نیچے گولی رکھنا مفسدِ صوم نہیں ہوگا۔

انہیلر کے استعمال کا حکم

جن لوگوں کو تنفس اور دمہ وغیرہ کی شکایت ہوتی ہے ان کو انہیلر (Inhaler) کے ذریعہ دوا کا استعمال کرنا پڑتا ہے، اس کے ذریعہ سفوف کا نہایت مختصر جزء پھیپھڑے تک پہنچایا جاتا ہے، فقہاء کے نزدیک اس طریقۂ علاج کے ذریعہ دوا کے استعمال سے روزہ ٹوٹ جائے گا، اس لیے کہ فقہی جزئیات سے صاف طور پر ظاہر ہورہا ہے کہ منافذ اصلیہ سے جب کسی چیز کو داخل کیا جارہا ہو تو محض ادخال سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اور انہیلر کے استعمال سے بہرحال ادخال ہوتا ہے خواہ دوا کی مقدار معمولی ہی کیوں نہ ہو۔

بھاپ کی شکل میں دوا کا استعمال

نمونیہ اور بعض دوسرے امراض میں بھاپ کے ذریعہ بھی دوا استعمال کی جاتی ہے، یہ استعمال کبھی دوا کو پانی میں ڈال کر اور پانی کو کھولا کر اس کی بھاپ منہ اور ناک سے لے کر کیا جاتا ہے، اور کبھی یہ عمل بعض آلات کے ذریعہ کیا جاتا ہے، بہرحال بھاپ خواہ کسی آلہ کی مدد سے اندر لے جائے یا سادہ طریقہ سے، دونوں صورتوں میں روزہ ٹوٹ جائے گا، اس لیے کہ فقہاء نے صراحت کی ہے کہ عمداً دھواں حلق کے نیچے اتارنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اور یہ بات اس میں مکمل طور سے پائی جاتی ہے۔

بواسیری مسّوں پر مرہم کا حکم

اگر پیچھے کے راستہ سے کسی دوا کا استعمال کیا جائے اور دوا موضع حقنہ تک پہنچ جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اس لیے کہ فقہاء نے اس کو بھی منافذِ اصلیہ میں شمار کیا ہے، البتہ فقہاء نے صراحت کی ہے کہ اگر دوا موضع حقنہ تک نہ پہنچے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

اس تفصیل سے واضح ہوگیا کہ بواسیری مسوں پر کوئی دوا یا مرہم لگانے سے یا ان کو پانی سے تر کرکے چڑھانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، اس لیے کہ واقف کاروں کا کہنا ہے کہ بواسیری مستے موضع حقنہ سے کافی نیچے ہوتے ہیں۔

تحقیق مرض کے لیے آلات کا استعمال

اگر امراض کی تحقیق کے لیے پچھلی شرم گاہ میں کسی آلہ سے مدد لی جائے تو اگر یہ آلات خشک ہیں اور ان کا ایک سرا باہر ہے جیسا کہ عام طور سے ہوتا ہے تو ان آلات کے اندر داخل کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، لیکن اگر آلہ پر کوئی تیل یا گریس جیسی چیز لگا کر اس کو داخل کیا گیا ہے تو روزہ فاسد ہوجائے گا۔

یہی حکم عورت کی اگلی شرم گاہ میں تحقیق کے لیے کسی آلہ کے داخل کرنے کا بھی ہے۔

رحم تک آلات پہنچانا

رحم کی صفائی کے لیے اور فمِ رحم کو کشادہ کرنے کے لیے جو آلات (Dilators) استعمال کیے جاتے ہیں، اور اندرونی رحم کھرچنے کا آلہ (Curette) اگر ان پر کوئی تیل وغیرہ لگا کر ان کو داخل کیا گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اور اگر ان کو خشک داخل کیا گیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

لیکن اگر خشک داخل کرکے اور ایک مرتبہ باہر نکال کر دوبارہ صاف کیے بغیر ان کو پھر داخل کیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

عورت کا شرمگاہ میں دوا کا رکھنا

اگر اندرونی حصہ میں دوا رکھی جائے، یا رکھی اوپری حصہ میں جائے لیکن وہ اندرونی حصہ تک پہنچ جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا، خواہ دوا خشک ہو یا تر ہو۔

مثانہ تک نلکی پہنچانا

اگر مرد کے مثانہ تک نلکی پہنچائی جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، خواہ نلکی خشک ہو یا تر، اس سے دوا پہنچائی جائے یا نہیں، اور اگر عورت کے مثانہ میں نلکی پہنچائی تو اگر نلکی تر ہے یا اس سے دوا پہنچائی گئی تو روزہ ٹوٹ جائے گا، لیکن اگر نلکی خشک ہو اور اس سے دوا بھی نہ پہنچائی جائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

اعتکاف
چند ضروری مسائل

اعتکاف کے لفظی معنی: لبث یعنی ٹھہرنے اور کسی چیز کو لازم پکڑنے کے ہیں اور چونکہ اعتکاف کرنے والا اللہ تبارک وتعالی کے تقرب کی نیت سے مسجد میں ٹھہر جاتا ہے، اور مسجد کا لزوم اختیار کرتا ہے لہٰذا اس عمل کو اعتکاف کہا جاتا ہے۔

اعتکاف کی قسمیں: اعتکاف کی شریعت میں تین قسمیں ہیں: اعتکاف واجب، اعتکاف سنت مؤکدہ اور اعتکاف نفل

اعتکاف واجب: یہ اعتکاف نذر کرنے سے واجب ہوتا ہے، مثلاً کوئی شخص کہے کہ میرے اوپر اتنے دن کا اعتکاف ہے، اس طرح کہہ دینے سے اتنے دنوں کا اعتکاف واجب ہوجائے گا، یا معلق کر کے اس طرح کہے کہ میں مقدمہ جیت گیا، یا بیماری سے شفایاب ہوگیا تو اتنے دن کا اعتکاف کروں گا تو اگر اللہ کے فضل سے وہ کام ہو جائے تو متعینہ دنوں کا اعتکاف واجب ہوگا۔ (شامی:۲/۱۴۱)

اس اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے، خواہ نذر کرتے وقت روزہ رکھنے کی نیت نہ کی ہو اس لیے کہ ابوداؤد میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ "ولا اعتکاف الا بصوم" (روزہ کے بغیر اعتکاف نہیں ہوسکتا)، یہی وجہ ہے کہ اگر صرف رات کے اعتکاف کی نیت کرے تو صحیح نہیں ہوگا۔ (شامی ۲/ ۱۴۱) اس کے وجوب کی دلیل بخاری میں آنے والی آنحضرت ﷺ کی حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی نذر مانے اسے اطاعت کرنا چاہئے"، اور بخاری ہی میں ایک دوسری روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول! میں نے نذر مانی ہے کہ مسجد میں ایک رات اعتکاف کروں" تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "اپنی نذر پوری کرو"۔

نفلی اعتکاف: جہاں تک نفلی اعتکاف کا تعلق ہے تو اس کے لیے روزہ شرط نہیں ہے، اور یہ کم وقت کے لیے بھی کیا جاسکتا ہے، اور زیادہ وقت کے لیے بھی اور اس طرح بھی نیت کی جاسکتی ہے کہ مسجد میں رہنے تک اعتکاف کی نیت کرتا ہوں پھر مسجد سے نکلتے ہی اعتکاف ختم ہوجائے گا اور جب تک مسجد میں رہے گا اعتکاف کا ثواب ملتا رہے گا اگر نیت زیادہ وقت اعتکاف نفل کی کی تھی اور اس وقت کے پورا ہونے سے پہلے نکلنا چاہتا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (شامی:۲/۱۴۲، ہندیہ:۱/۲۱۱)

اعتکاف سنت مؤکدہ: یہ اعتکاف آنحضرت ﷺ پابندی سے ہر سال رمضان کے آخری عشرہ میں کیا کرتے تھے، جس سال آپ ﷺ کی وفات ہوئی اس سال آپ ﷺ نے ۲۰ دن کا اعتکاف کیا تھا چنانچہ بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے: "وکان یعتکف.... الحدیث" (ہر سال آنحضرت ﷺ دس دن کا اعتکاف کیا کرتے تھے اور جس سال آپ کا وصال ہوا اس سال آپ نے بیس دن کا اعتکاف کیا)۔

رمضان کے اخیر عشرہ میں مردوں پر یہ اعتکاف ایسی مسجد میں کرنا سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے جس کے امام اور مؤذن ہوں خواہ اس میں پانچوں وقت کی نماز نہ ہوتی ہو۔ (شامی:۲/۱۴۰)

سنت علی الکفایہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر بستی کے کسی ایک شخص نے بھی اعتکاف کرلیا تو پوری بستی والوں کی طرف سے کافی سمجھا جائے گا اور سنت کی ادائیگی ہوجائے گی اور کسی نے بھی نہ کیا تو سب تارک سنت ہوں گے۔ (شامی:۲/۱۴۱)

اعتکاف کی شرطیں: واجب اور مسنون اعتکاف اسی وقت صحیح ہوگا جب مندرجہ ذیل شرطیں پوری ہو رہی ہوں:

۱- اعتکاف کی نیت ہونا بغیر نیت کے ٹھہرنے کو اعتکاف نہیں مانا جائے گا۔

۲- اعتکاف کا مسجد جماعت میں ہونا ویران مسجد میں اعتکاف معتبر نہیں ہوگا، البتہ عورت گھر میں اعتکاف کرسکتی ہے۔

۳- معتکف کا روزہ دار ہونا بغیر روزہ رکھے واجب اور مسنون اعتکاف معتبر نہیں ہوگا۔

۴- معتکف کا جنابت اور حیض ونفاس سے پاک ہونا۔

۵- معتکف کا عاقل ہونا لہٰذا پاگل کا اعتکاف معتبر نہیں ہوگا البتہ اس کی شرائط میں بلوغ نہیں ہے لہٰذا اگر سمجھدار بچہ اعتکاف

کرے تو معتبر ہوگا۔ (ہندیہ:۱/۲۱۱)

مسجد سے باہر نکلنا کب جائز ہے ؟

آنحضرت ﷺ حالت اعتکاف میں صرف بہت ضروری امور کے لیے مسجد سے باہر نکلا کرتے تھے، چنانچہ بخاری ومسلم کی ایک روایت میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: "وکان لا یدخل البیت الا لحاجة الانسان" (آنحضرت ﷺ صرف انسانی ضروریات استنجاء وغیرہ کے لیے گھر میں داخل ہوتے تھے)

ابوداؤد کی ایک روایت میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: "معتکف کے لیے سنت یہ ہے کہ نہ کسی مریض کی عیادت کرے نہ جنازہ میں جائے، نہ بیوی کو شہوت سے چھوئے نہ اس سے جماع کرے اور صرف ایسی ضروریات ہی کے لیے نکلے جن کے بغیر چارہ کار نہیں ہے"۔

فقہاء نے ان احادیث کی روشنی میں مندرجہ ذیل ضروریات اور اعذار کی بنیاد پر مسجد سے نکلنے کو جائز قرار دیا ہے اگر اس طرح کی ضرورت کے بغیر مسجد سے باہر نکلے گا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا:

استنجاء کے لیے نکلنا: چھوٹے اور بڑے استنجاء کے لیے مسجد سے باہر نکلنا جائز ہے اس ضرورت کو گھر جا کر بھی پورا کر سکتا ہے، آتے جاتے سلام بھی کر سکتا ہے لیکن اگر ٹھہر کر بات کی تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ (ہندیہ:۱/۲۱۲، شامی:۲/۱۴۳)

کھانے کے لیے نکلنا: اگر کوئی کھانا لانے والا نہ ہو تو خود جا کر کھانا لا سکتا ہے اس لیے کہ لانے والا موجود نہ ہو تو یہ بھی حوائج ضروریہ میں داخل ہے۔ (طحطاوی علی المراقی:۳۸۴)

غسل واجب کے لیے نکلنا: اگر احتلام ہو گیا ہو تو غسل کے لیے باہر نکلنا جائز ہے، لیکن جمعہ کے دن غسل کرنے کے لیے اسی طرح گرمی کے موسم میں ٹھنڈک حاصل کرنے کے مقصد سے غسل کرنے کے لیے نکلنے کو عام طور سے فقہاء کرام منع کرتے ہیں، لہٰذا اگر ان امور کے لیے غسل کرنا ہو تو مسجد کے کسی کنارے میں غسل کر لے جہاں پانی کی نکاسی ہو جاتی ہو اور غسل کے بعد اس پر پانی بہا دے یا کسی ٹب وغیرہ میں غسل کر لے۔ (شامی:۲/۱۴۳)

حالت اضطرار میں نکلنا: اگر مسجد منہدم ہونے لگے یا وہاں جان کا خطرہ ہو تو اس مسجد سے نکل کر دوسری مسجد میں جا سکتا ہے اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔ (فتاوی ہندیہ:۱/۲۱۲)

جمعہ پڑھنے کے لیے جانا: اگر ایسی مسجد میں اعتکاف کیا جہاں جمعہ کی نماز نہیں ہوتی ہے تو جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے جمعہ مسجد جا سکتا ہے، لیکن ایسے وقت میں نکلنا چاہئے کہ جمعہ مسجد میں پہنچنے کے بعد پہلے کی سنتیں پڑھ سکے اور بعد میں سنتیں پڑھ کر واپس آ جائے وہاں دیر تک ٹھہرنا خلاف اولی ہے، لیکن اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔ (شامی:۲/۱۴۴)

اگر مریض کی عیادت، جنازہ میں شرکت یا علاج ومعالجہ کی ضرورت کے لیے نکلے تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا، البتہ اگر استنجاء کے لیے نکلتے وقت یا گھر سے کھانا لاتے وقت مریض کی عیادت کر لی یا جنازہ کی نماز ہو رہی تھی اس میں شرکت کر لی اور دیر تک نہیں ٹھہرا بلکہ چلتے چلتے اس کو انجام دے لیا تو اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔

(البحر الرائق:۲/۳۰۲-ہندیہ:۱/۲۱۲)

علاج ومعالجہ کی ضرورت ہو تو معتکف کے لیے باہر نکلنا جائز ہے گناہ نہیں ہوگا لیکن اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ (ہندیہ:۱/۱۲۱)

بیڑی وغیرہ کا عادی شخص استنجاء وغیرہ کے لیے باہر نکلتے وقت ضرورت پوری کر سکتا ہے، خاص اسی کے لیے باہر نہیں نکلنا چاہئے لیکن اگر ایسا عادی ہے کہ اضطراری کیفیت ہو جاتی ہے تو اس کے لیے نکلنا انسانی حاجت میں ہو جائے گا، اور اس کے لیے نکلنے سے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔ (رحیمیہ:۵/۲۰۲)

جس طرح مرد کا اعتکاف مسجد سے نکلنے سے فاسد ہو جاتا ہے، اسی طرح عورت اگر اعتکاف کی مخصوص جگہ چھوڑ کر آنگن میں طبعی ضروریات کے بغیر نکل آئے تو اس کا اعتکاف بھی فاسد ہو جائے گا۔ (ہندیہ:۱/۲۱۲)

حالت اعتکاف میں اللہ جتنی توفیق دے عبادت میں مشغول رہے، جس میں تلاوت ذکر واذکار اور نوافل وغیرہ کا پڑھنا سب شامل ہے لوگوں سے بات چیت بھی کر سکتا ہے بلکہ عبادت سمجھ کر خاموش رہنا مکروہ ہے، لیکن فضول باتوں سے بچنا چاہئے ضروری باتیں موبائل پر بھی کرنا جائز ہے۔ (شامی:۲/۱۴۷، ہندیہ:۱/۲۱۳)

زکوۃ
فضائل ومسائل

زکوۃ اسلام کا ایک اہم رکن ہے، قرآن پاک میں جگہ جگہ نماز کے ساتھ زکوۃ ادا کرنے کی بھی تاکید کی گئی ہے۔ ’’آپ ﷺ نے اس کا شمار اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں فرمایا ہے۔‘‘ (بخاری:۱۳۹۹)

صاحب نصاب ہونے کے باوجود زکوۃ ادا نہ کرنے والوں کو قرآن پاک میں جو سخت ترین وعید سنائی گئی ہے اس سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ......... فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ﴾ (التوبة:٣٤-٣٥)

’’جو لوگ اپنے پاس سونے چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے تو (اے نبی ﷺ آپ ان کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنادیجیے، یہ دردناک عذاب اس دن ہوگا جس دن اس سونے اور چاندی کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اس کے ذریعہ ان کی پیشانی، ان کے پہلو اور ان کی پشت کو داغا جائے گا (اور ان سے کہا جائے گا) یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا، تو آج تم اس خزانہ کا مزہ چکھو جو تم اپنے لیے جمع کر رہے تھے)۔

لہذا ہر صاحب نصاب مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ پورا پورا حساب کرکے زکوۃ کی ادائیگی کرے، بہت سے لوگ علی الحساب کچھ رقم یا دوسری چیزیں غریبوں کو دے کر اپنے کو بری الذمہ سمجھتے ہیں، یہ طریقہ صحیح نہیں ہے، پورا حساب لگا کر زکوۃ ادا کرنا ضروری ہے۔

صدقات سے مال بڑھتا ہے

زکوۃ کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے کا ایک بڑا بلکہ بنیادی سبب یہ خیال ہوتا ہے کہ اس سے مال کی ایک بڑی مقدار ہاتھ سے نکل جائے گی، اور اس کے عوض میں کوئی چیز بھی نہیں ملے گی، لیکن قرآن مجید میں اس خیال کی تردید کی گئی ہے اور اس کا پورا اطمینان دلایا گیا ہے کہ اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنے سے گھٹتا نہیں ہے، بلکہ اس میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ﴾ (البقرة: ٢٧٦)

’’اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے‘‘

وجوب زکوۃ کی شرائط

یہ بھی واضح رہے کہ زکوۃ نہ ہر شخص پر فرض ہوتی ہے نہ ہر مال پر، بلکہ اس کے وجوب کے لیے اس شخص کا عاقل بالغ ہونا، صاحب نصاب ہونا، مال پر سال گزرنا، اس مال کا دین یعنی قرض سے خالی ہونا، اسی طرح اس کا حاجتِ اصلیہ سے خالی ہونا شرط ہے، ایک بھی شرط نہ پائی جائے تو زکوۃ فرض نہیں ہوگی۔

اموال زکوۃ

جن چیزوں پر زکوۃ واجب ہوتی ہے، بنیادی طور پر وہ چار ہیں (۱) جانور، (۲) سونا، (۳) چاندی (روپئے بھی سونا چاندی ہی کے حکم میں شمار ہوتے ہیں)، (۴) مال تجارت۔

سونے چاندی کا نصاب

چاندی کا نصاب دوسو درہم جبکہ سونے کا نصاب بیس مثقال ہے، علماء ہند کی تحقیق کے مطابق چاندی کے دوسو درہم یعنی ساڑھے باون تولہ (۶۱۲٫۳۶۰ گرام) اور سونے کے ۲۰ مثقال یعنی ساڑھے سات تولہ (۸۷٫۴۸۰ گرام) کے بقدر ہوتے ہیں، جہاں تک نقدی اور تجارتی سامان کا تعلق ہے تو ان کی ملکیت کا اندازہ بھی چاندی کے نصاب سے کیا جائے گا، یعنی اگر کسی کے پاس چاندی کے نصاب کے بقدر نقد رقم یا تجارتی سامان ہے تو وہ شرعاً صاحب نصاب ہے۔

پھر یہ بھی ذہن میں رہے کہ سونا چاندی چاہے استعمالی ہو یا غیر استعمالی، زیور کی شکل میں ہو، چاہے سکوں یا ظروف وغیرہ کی شکل میں اگر وہ نصاب کے بقدر ہے اور اس پر سال گزر جاتا ہے تو اس کی زکوۃ بہر حال واجب ہوجائے گی، یہی حکم نقد رقم کا بھی ہے، لیکن بقیہ دوسرے اموال یعنی عروض میں یہ بھی شرط ہے کہ وہ تجارت کے غرض سے ہوں، ورنہ ان پر زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔

حولان حول کا مطلب

فرضیت زکوۃ کی ایک شرط یہ بھی بتائی گئی کہ اس پر سال گزر جائے، ورنہ زکوۃ فرض نہیں ہوتی، لیکن اس میں ایک ضروری بات یہ پیش نظر رہنی چاہیے کہ اگر کسی کے پاس نصاب کے بقدر مال زکوۃ

ہے تو اگر درمیان سال میں اس مال میں اضافہ ہوتا ہے تو اس مال زائد کا حساب پہلے سے موجود مال کی تاریخ سے کیا جائے گا، جب بقیہ مال پر سال گزر جائے تو اس کی زکوۃ کے ساتھ اس زائد مال کی بھی زکوۃ نکالنا ضروری ہوگا، یہ نہیں کہ ہر اضافی مال کے لیے الگ سے سال کا حساب کیا جائے، مزید یہ کہ سال گزرنے میں انگریزی مہینوں کے بجائے قمری مہینوں کا حساب کیا جائے گا۔

کس دن کی مالیت معتبر ہوگی

اموال تجارت کے بارے میں گذر چکا ہے کہ ان میں زکوۃ فرض ہے، مثلاً اگر کسی کی دکان ہے یا کوئی کاروبار ہے، تو سال گزرنے کے بعد اس کے پاس جو کچھ نقدی یا سامان ہے اس کی زکوۃ اس پر فرض ہے، اور سامان کی ملکیت لگاتے وقت ان کی اس دن کی مالیت کا اعتبار کیا جائے گا جس دن وہ ان کی زکوۃ ادا کر رہا ہے۔

حاجت اصلیہ کا مطلب

جو چیز اصلی ضرورتوں کے لیے ہو اس میں زکوۃ فرض نہیں ہوتی، اصلی ضرورت کی مثال میں فقہاء نے رہنے کے مکان، پہننے کے کپڑے، سواری کے جانور اور گاڑی، زراعت یا فیکٹری کے آلات اور مشینری وغیرہ نیز گھر کے فرنیچر وغیرہ چاہے یہ اشیاء کئی ہوں اور ان کو کرایہ پر اٹھاتا ہو تب بھی ان پر زکوۃ واجب نہیں ہوتی ہے۔

زکوۃ کی مقدار

زکوۃ کی مقدار واجب کسی بھی مال میں اس کا چالیسواں حصہ یا ڈھائی فیصد مقرر کی گئی ہے۔

شیئرز پر زکوۃ

زکوۃ ہر طرح کے تجارتی سامان پر واجب ہے، خواہ وہ مویشیوں کی تجارت ہو یا گاڑیوں کی یا زمین کی، اور چونکہ شیئرز بھی سامان تجارت میں داخل ہیں لہٰذا ان پر بھی زکوۃ فرض ہے، اگر کسی نے شیئرز اس مقصد سے خریدے ہیں کہ ان پر سالانہ منافع حاصل کرے گا ان کو فروخت نہیں کریگا تو اس کو اپنی کمپنی سے تحقیق کرنی چاہیے کہ اس کے کتنے اثاثے جامد ہیں یعنی بلڈنگ اور مشنری وغیرہ کی شکل میں اور کتنے اثاثے نقد خام اور تیار مال کی شکل میں ہیں، جتنے اثاثے جامد ہوں ان پر زکوۃ نہیں ہوگی، اور جتنے اثاثے نقد یا خام اور تیار مال کی شکل میں ہوں ان پر زکوۃ واجب ہوگی، اور اگر کمپنی کے اثاثوں کی تفصیلات نہ مل سکیں تو اس صورت میں احتیاطاً پوری قیمت کی زکوۃ ادا کر دیجائے۔

اور اگر شیئرز اس مقصد سے خریدے ہیں کہ جب بازار میں ان کی قیمت بڑھ جائے گی تو ان کو فروخت کر کے نفع کمائیں گے تو اس صورت میں پورے شیئرز کی پوری بازاری قیمت پر زکوۃ واجب ہوگی، مثلاً آپ نے پچاس روپئے کے حساب سے شیئرز خریدے اور مقصد یہ تھا کہ جب ان کی قیمت بڑھ جائے گی تو ان کو فروخت کر کے نفع حاصل کریں گے اس کے بعد جس دن آپ نے زکوۃ کا حساب نکالا، اس دن شیئرز کی قیمت ساٹھ روپئے ہوگئی تو اب ساٹھ روپئے کے حساب سے ان شیئرز کی مالیت نکالی جائے گی اور اس پر ڈھائی فیصد کے حساب سے زکوۃ ادا کرنی ہوگی۔

پراویڈینٹ فنڈ میں زکوۃ

زکوۃ فرض ہونے کی ایک اہم شرط یہ بھی ہے کہ اس پر انسان کا مکمل قبضہ بھی ہو، اسی وجہ سے فقہاء نے فرمایا ہے کہ اگر کسی کو قرض دیا اور بعد میں قرضہ لینے والا اس سے انکار کر رہا ہے، بظاہر اس کا واپس ملنا دشوار ہے یا کسی جگہ گاڑ کر بھول گیا، یا کسی دریا وغیرہ میں گر گیا تو ان روپیوں کی زکوۃ واجب نہیں ہوگی، پھر جب غیر متوقع طور پر یہ مال مل جائے تو گذرے ہوئے سالوں کی زکوۃ اس پر واجب نہیں ہوگی، یہ رقم جس وقت ملی ہے اس وقت سے اس کا حساب لگایا جائے گا۔ (ہدایہ:۱/۱۸۷)

جہاں تک پراویڈنٹ فنڈ کا تعلق ہے تو اس میں ایک حصہ وہ ہوتا ہے جو حکومت اس میں ملا کر دیتی ہے، جہاں تک اس دوسری اضافی رقم کا تعلق ہے تو خواہ اس کو انعام کہا جائے یا اجرت ملازم اس کا ابھی مالک نہیں ہوتا ہے، لہٰذا اس پر گذرے ہوئے دنوں کی زکوۃ واجب ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے، قابل بحث صرف فنڈ کا وہ حصہ ہے جو ملازمت کے درمیان تنخواہ سے کٹ کر جمع ہوتا ہے، اس کا معاملہ بھی یہ ہے کہ ملازمین کو اگرچہ اس پر ملکیت حاصل ہوتی ہے، لیکن اس پر قبضہ حاصل نہیں ہے لہٰذا اس رقم پر بھی گذرے ہوئے دنوں کی زکوۃ واجب نہیں ہوگی، علماء محققین کا رجحان اسی طرف ہے۔

قرض کا ادا کرنا

اگر کوئی شخص مالکِ نصاب ہے، لیکن ساتھ ہی وہ مقروض بھی ہے تو قرض کے بقدر مال پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، اگر قرض کے بقدر منہا کرنے کے بعد بھی نصاب کے بقدر مال باقی بچ رہا ہے تو اس پر اسی کے بقدر زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔

سونے اور چاندی کو ضم کرنا

اگر کسی کے پاس ساڑھے سات تولہ (۶۱۲/۴۸۰ گرام) سونا نہ ہو، لیکن اس کے پاس کچھ سونا اور کچھ چاندی موجود ہو تو کیا اس کے اوپر زکوٰۃ واجب ہو جائے گی؟ اس مسئلہ میں دو آراء ہیں:

۱- امام شافعیؒ اور بعض دوسرے حضرات کے نزدیک اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، اپنی معرکہ الآراء تصنیف ''الأم'' میں اس پر امام شافعیؒ نے یہ استدلال کیا ہے کہ اس کے پاس نہ سونے کا نصاب ہے نہ چاندی کا تو اس پر زکوٰۃ کیسے واجب ہو سکتی ہے جبکہ دونوں الگ الگ جنس ہیں۔

۲- دوسری رائے احناف اور بعض دوسرے حضرات کی ہے کہ اگر دونوں کے ملانے سے نصاب پورا ہو جائے تو زکوٰۃ واجب ہو جائے گی، اس پر استدلال بکیر ابن عبد اللہ الاشج کے اثر سے ہے کہ زکوٰۃ نکالنے میں صحابہ کا طریقہ چاندی اور سونے کے ملانے کا تھا، پھر دونوں باعتبار ثمنیت ایک ہی جنس ہیں۔

بہر حال عقلی دلائل دونوں طرف سے مضبوط ہیں لیکن نقلی دلیل میں اس اعتبار سے فریقِ اول کا موقف کچھ مضبوط قرار دیا جاتا ہے کہ حضرت بکیر کی روایت حدیث کی کتاب میں نہیں ملتی ہے، پھر امام ابو حنیفہؒ اور صاحبینؒ کے درمیان یہ اختلاف ہے کہ سونے اور چاندی کو ملانے کی کیفیت کیا ہوگی؟

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دونوں کو قیمت کے اعتبار سے ملایا جائے گا یعنی اگر کسی کے پاس دو تولہ سونا اور دو تولہ چاندی ہے تو یہ دیکھا جائے گا کہ دو تولہ سونا اگر بیچ دیا جائے تو کیا ساڑھے باون تولہ یا اس سے زیادہ چاندی حاصل ہو جائے گی، اگر اتنی مقدار میں چاندی حاصل ہو سکتی ہو تو وہ صاحب نصاب مانا جائے گا، فتوی امام صاحبؒ کے قول ہی پر ہے، جبکہ صاحبین کے نزدیک دونوں کو اجزاء کے اعتبار سے ملایا جائے گا، یعنی وزن کے اعتبار سے اگر آدھا نصاب سونے کا آدھا چاندی کا، یا دو تہائی سونے کا اور ایک تہائی چاندی کا یا ایک چوتھائی سونے کا اور تین چوتھائی چاندی کا پایا جارہا ہو تو زکوٰۃ واجب ہو جائے گی ورنہ نہیں۔

امام صاحب کے مفتی بہ قول کے مطابق اگر سونے چاندی کی معمولی مقدار بھی کسی کے پاس ہو تو وہ صاحب نصاب بن جائے گا، اور اس کے لیے زکوٰۃ لینا جائز نہیں رہے گا، حالانکہ اتنی معمولی مقدار بالکل معمولی لوگوں کے پاس بھی عام طور سے رہتی ہے، اس تناظر میں یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ کیا موجودہ حالات میں صاحبین کے قول کو اختیار کیا جا سکتا ہے؟ اس لیے کہ صاحبین کا قول اختیار کر لیا جائے تو اس میں زکوٰۃ دینے والے اور لینے والے دونوں کا خیال ہو جائے گا اور توازن قائم رہے گا۔

راقم کے خیال میں ایسا کرنے کی گنجائش ہے، اس لیے کہ اس مسئلہ کا تعلق حالات کے بدلنے سے ہے، اور یہ بات متفقہ ہے کہ حالات بدل جائیں تو حکم بدل جاتا ہے، پھر یہ تو افتاء کے اصول میں بھی لکھا ہوا ہے کہ اختلاف اگر صاحبین اور امام صاحب کے درمیان ہو تو مجتہد مفتی ان میں سے کسی پر بھی فتوی دے سکتا ہے (لہٰذا اجتماعی اجتہاد کے اس دور میں علماء کا اتفاق ہو جائے تو اس کی گنجائش ہوگی) پھر امام صاحب کی ایک روایت صاحبین کے قول کے مطابق بھی ہے، لہٰذا امام صاحب کے اس قول کو استحباب پر محمول کر کے تطبیق دی جا سکتی ہے، چنانچہ مفتی کفایت اللہ صاحب نے کفایت المفتی میں اسی طرح تطبیق دی ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ سامان تجارت والے مسئلہ میں مفتی بہ حکم سے ہٹنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی، جبکہ دوسرے مسئلہ میں اگر علماء اتفاق کر لیں تو اس کی گنجائش ہے۔

زکوٰۃ کے مستحقین

زکوٰۃ کی حیثیت چونکہ محض عام انفاق اور انسانی مدد کی نہیں ہے بلکہ یہ ایک اہم اسلامی عبادت اور شرعی فریضہ ہے، اس لیے شریعت نے اس کے مصارف اور مدات خرچ خود متعین کر دیے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾ (التوبہ: ٦٠)

"زکوٰۃ فقراء، مساکین، عاملین (زکوٰۃ کی جمع وتقسیم کے کارکنان) مولفۃ القلوب، غلام، مقروض، اللہ کیراستہ میں (جہاد کرنے والے) اور مسافروں کے لیے، یہ اللہ کی طرف سے مقرر کیا ہوا فریضہ ہے اور اللہ بڑا علم والا اور بڑی حکمت والا ہے"۔

زکوٰۃ کے مصارف قرآن مجید کی اوپر ذکر کردہ آیت میں تفصیل سے بیان کی گئے ہیں، اس کے متعلق خلاصہ کلام یہ ہے کہ زکوٰۃ صرف انھیں لوگوں کو دی جاسکتی ہے جو فقیر یا مسکین ہوں یعنی جن کے پاس یا تو مال ہی نہ ہو یا اگر ہو تو نصاب تک نہ پہنچتا ہو، یہاں تک کہ اگر ان کی ملکیت میں ضرورت سے زائد ایسا سامان موجود ہے جو ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت تک پہنچ جاتا ہے تو وہ مستحق زکوٰۃ نہیں ہے، مستحق زکوٰۃ وہ ہے جس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی کی ملکیت کی رقم یا اتنی مالیت کا کوئی سامان ضرورت سے زائد نہ ہو، اس میں بھی شریعت کا حکم یہ ہے کہ مستحق کو مالک بنادیا جائے، وہ جس طرح چاہے اس میں تصرف کرے، اسی لیے بلڈنگ کی تعمیر میں زکوٰۃ نہیں لگ سکتی، نہ ہی کسی ادارے کے ملازمین کی تنخواہ میں لگ سکتی ہے، اسی طرح تجہیز وتکفین کی ضروریات میں بھی زکوٰۃ کی رقم لگانا درست نہیں ہے۔

زکوٰۃ ادا کرنے والے کو چاہیے کہ اچھی طرح تحقیق کرکے صحیح مصرف میں لگانے کی کوشش کرے، افضل یہ ہے کہ سب سے پہلے اپنے عزیز واقارب اور پڑوسی میں مستحقین کی تلاش کرے، رشتہ داروں میں زکوٰۃ ادا کرنے سے ڈبل ثواب ملتا ہے، ایک تو زکوٰۃ ادا کرنے کا دوسرے صلہ رحمی کرنے کا، البتہ دو رشتے ایسے ہیں جن میں زکوٰۃ کی ادائیگی کرنا درست نہیں ہے، ایک ولادت کا رشتہ ہے جس کے تحت تمام اصول وفروع آتے ہیں، چنانچہ اپنے باپ، دادا، نانا، نانی، دادی اور ان سے اوپر والوں کو زکوٰۃ ادا کرنا درست نہیں ہے، اسی طرح بیٹے، پوتے، بیٹی، پوتی، نواسہ، نواسی اور ان سے نیچے والوں پر زکوٰۃ ادا کرنا درست نہیں ہے، دوسرا نکاح کا رشتہ ہے چنانچہ شوہر بیوی کو اور بیوی شوہر کو زکوٰۃ ادا نہیں کرسکتی، ان دو رشتوں کے علاوہ تمام رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے، جیسے: بھائی، بہن، چچا، پھوپھی اور خالہ وغیرہ، لیکن شرط یہ ہے کہ جس کو زکوٰۃ دی جارہی ہے وہ زکوٰۃ کا مستحق ہو، یہ بھی خیال رہے کہ اپنے اقارب کو اگر یہ بتا کر زکوٰۃ دی جائے کہ یہ زکوٰۃ کی رقم ہے تو ہوسکتا ہے کہ وہ عار محسوس کریں، اسی لیے شریعت نے یہ سہولت دی ہے کہ زکوٰۃ دیتے وقت اس کا زکوٰۃ ظاہر کرنا ضروری نہیں ہے۔

مستحق ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ضروری شرط یہ کہ مستحق مسلمان ہو چنانچہ غیر مسلم مستحق کو زکوٰۃ کی رقم دینا درست نہیں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "زکوٰۃ مسلمان مالداروں سے لی جائے گی اور نادار مسلمانوں پر صرف کی جائے گی"۔ (بخاری: ۱۴۹۶)

☆ مدارس میں زکوٰۃ خرچ کرنے میں زیادہ ثواب ملے گا، ایک زکوٰۃ کا دوسرے علم کی اشاعت اور تحفظ دین کا۔ (ہندیہ: ۱/۱۸۷)

☆ اسی طرح قریبی رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینے میں دہرا ثواب ہے، ایک زکوٰۃ کا دوسرے صلہ رحمی اور قرابت داری کا۔ مثلاً بھائی، بہن، چچا، پھوپھی، ماموں، بھانجے وغیرہ کو زکوٰۃ دینا شرعاً درست ہے بلکہ افضل ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

"مسکین کو دینے میں ایک صدقہ کا ثواب ہے اور رشتہ داروں کو دینے میں دو صدقہ کا ثواب ہے، ایک صدقہ کا دوسرے صلہ رحمی کا"

☆ رمضان المبارک میں چونکہ ہر عبادت کا ثواب ستر گنا بڑھ جاتا ہے، اس لیے رمضان میں زکوٰۃ دینے میں انشاء اللہ ستر گنا ثواب ملنے کی امید ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ساری زکوٰۃ رمضان ہی میں نکال دی جائے اور غیر رمضان میں فقراء کی ضرورتوں کا خیال نہ رکھا جائے، بلکہ حسب ضرورت ومصلحت خرچ کرنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ (بیہقی فی شعب الایمان: ۳/۳۰۵)

☆ ایک فقیر کو بیک وقت اتنا دینا کہ وہ مالک نصاب ہوجائے بہتر نہیں ہے، البتہ اگر وہ مقروض ہو اور قرض کی ادائیگی کے لیے اس کو بڑی رقم دی جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (ہندیہ: ۱/۱۸۸)

☆ مقروض شخص کو قرض سے بری کرنے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، البتہ اگر فقیر نے مقروض کو زکوٰۃ کی رقم دی پھر اس سے اپنا قرض وصول کرلیا تو یہ درست ہے۔ (طحطاوی: ۳۹۰)

قیام امن یا امریکی دہشت گردی

محمد نفیس خاں ندوی

اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس وقت عالم اسلام مختلف قسم کے اندرونی و بیرونی خطرات سے گھرا ہوا ہے، دہشت گردی کے سائے اسلامی ممالک میں بھی پھیل چکے ہیں، جس کی وجہ سے وہاں کی معیشت غیر مستحکم ہوتی جارہی ہے، افراتفری، لاقانونیت اور غیر یقینی حالات پیدا ہورہے ہیں جس سے ان کا مستقبل تاریک ہوتا دکھائی دے رہا ہے، عوام میں انتشار ذہنی اور غیر اطمنانی کی فضا قائم ہورہی ہے جو کسی بھی انقلابی کیفیت کو جنم دینے کے لیے کافی ہے، ان حالات کے پیدا کرنے میں مغربی ممالک اور خاص کر امریکہ کا بنیادی کردار رہا ہے، امریکہ کی یہ پالیسی ہے کہ مسلم ممالک میں ایسے افراد کو اقتدار تک پہنچایا جائے جن کا ماضی داغدار ہو یا وہ مادہ پرست ہوں، جن کو عوام کے جان ومال کے بجائے اپنی کرسی پیاری ہو، اور جو ہر حال میں امریکہ کے وفادار بن کر رہنا فخر سمجھتے ہوں، اور اگر کہیں یہ پالیسی ناکام نظر آئے یا اپنا مقصد پورا ہوجائے تو انقلاب کے نام پر یا بغاوت کے نام پر ان کو تخت سے تختہ تک پہنچادیا جائے۔

امریکہ کے نزدیک اس کے اپنے مفادات سب سے اہم اور مقدم ہیں، جس کے لیے وہ کسی بھی حد تک جاسکتا ہے، پھر چاہے اس میں ہزاروں افراد موت گھاٹ اتار دیے جائیں یا لاکھوں لوگ بے گھر ہوجائیں۔

امریکہ کی یہ پالیسی نہ کوئی نئی پالیسی ہے اور نہ صرف مسلم ممالک کے ساتھ ہی خاص ہے، کیونکہ اس کی ہمیشہ سے کوشش رہی ہے کہ دنیا میں کہیں نہ کہیں جنگ کی صورت حال برقرار رہے تاکہ اس کے ہتھیاروں کی کھپت بھی ہوتی رہے اور ''قیام امن'' کے نام پر وہ دوسرے ملکوں میں اپنا تسلط قائم کرسکے، چنانچہ اس سے قبل ۱۹۵۰ء میں امریکہ نے کوریا کو اپنا نشانہ بنایا تھا، اور 'قیام امن' کے عنوان سے اس نے کوریا میں اپنی فوجیں داخل کردیں تاکہ شمالی کوریا کو دہشت گردی سے روکنا آسان ہو، اور پھر حالات نے ایسی بھیانک جنگ کو جنم دیا جس میں عالمی اعداد وشمار کے مطابق بیس لاکھ کے قریب کورین اور تقریباً ڈیڑھ لاکھ باشندے اپنی زندگیاں گنوا بیٹھے۔

۱۹۶۴ء امریکہ نے ویتنام میں اپنی فوجیں داخل کیں، اور اس کا جواز یہ بتایا کہ ویتنامیوں نے جہازوں پر حملہ کیا اور وہ شمالی ویتنام میں دہشت گردی پھیلا رہے ہیں، اس جنگ میں مرنے والوں کی تعداد پچاس لاکھ سے زیادہ بتائی جاتی ہے، اسی طرح ۱۲/ لاکھ کے قریب فوجی بھی اس جنگ میں ہلاک ہوئے۔ اس جنگ میں امریکہ نے شرمناک شکست کھائی۔

اس کے بعد امریکہ نے عراق کی طرف رخ کیا، صدام حسین اس کی اپنی پسند کا حکمراں تھا اور امریکی مفادات کے لیے نہایت ہی مؤثر آلۂ کار۔ چنانچہ پہلے اسلحہ اور فوجی طاقت سے اس کو مضبوط کیا اور پھر ایران کے خلاف اکسانا شروع کیا، نتیجتاً دس سال تک مسلسل چلنے والی جنگ نے پورے خطہ کا امن وسکون بری طرح متاثر کردیا، اس جنگ میں ہزاروں لاکھوں زندگیاں برباد ہوکر رہ گئیں۔

ایران بعد اس نے عراق کو کویت کے خلاف کھڑا کرکے کویت پر حملہ کروادیا، اور پھر کویت میں قیام امن کے نام پر خود امریکہ نے عراق کے خلاف فوجی کارروائی شروع کردی، اور پھر اس پورے آپریشن کا خرچ اس نے کویت اور سعودی عرب سے حاصل کیا، اور ساتھ ہی ان دونوں ملکوں میں امریکی فوجی اڈے بھی قائم ہوگئے۔

اس کے بعد ''قیام امن عالم'' کے نام پر امریکہ نے یہ شور مچایا کہ عراق میں کیمیائی ہتھیار موجود ہیں جو کہ پوری انسانیت کے لیے خطرہ ہے، چنانچہ عراق کے خلاف سخت کارروائی کی گئی، پورا ملک جنگ کی لپیٹ میں آگیا، لاکھوں تعداد میں لوگ ہلاک و برباد ہوئے، لیکن پورے ملک میں ان ہتھیاروں کا کہیں سراغ بھی نہ ملا، البتہ امریکہ کو اپنی مرضی کا پیٹرول ضرور مل گیا۔

امریکہ نے ۲۰۰۱ء میں القاعدہ اور اسامہ بن لادن کے خلاف آپریشن کے نام پر افغانستان پر چڑھائی کی، وہاں کا امن وامان تہہ وبالا کرکے رکھدیا، حالانکہ اسامہ بن لادن اور طالبان کو خود امریکہ نے روس کے خلاف کھڑا کیا تھا، اور آج طالبان جن ہتھیاروں سے امریکی افواج کا مقابلہ کررہے ہیں یہ خود امریکہ کے ہی فراہم کردہ ہتھیار ہیں۔

عراق اور افغانستان میں بدستور جنگی صورت حال قائم ہے، فوجی آپریشن، ڈرون حملے، کیمیائی ہتھیاروں کا استعمال، ظلم وبربریت اور پھر اس کے ردعمل میں خودکش حملوں کے نتیجہ میں آئے دن ہلاکتوں

کا سلسلہ جاری ہے۔

مشرقی وسطی اور خاص کر شام میں جاری خانہ جنگی کے پیچھے بھی امریکی پالیساں کام کررہی ہیں، اوران پالیسیوں کا براہ راست تعلق اسرائیلی مفادات سے ہے، اورامریکہ اپنے طور پر اسرائیل کو مکمل تحفظ دینا چاہتا ہے، اوراس کے لیے ضروری ہے کہ اسرائیل کے آس پاس کے تمام علاقوں پر اسرائیل کا پورا کنٹرول رہے، اسی کے پیش نظر ۲۰۰۸ء میں امریکی کانگریس نے یہ قانون پاس کیا تھا کہ امریکہ ہرممکن طریقہ پر اسرائیل کی ایٹمی وعسکری مدد کرتا رہے گا، ابھی حال ہی میں امریکہ نے اسرائیل کو ایف ۳۹ جنگی جہاز جو کہ ریڈار کی گرفت میں نہیں آسکتے فراہم کیا، اس کے ساتھ ہی جدید میزائل سسٹم اور دفاع کے متعلق نئے حساس ہتھیار بھی فراہم کیے۔

اسرائیل کے ایک میگزین 'ہارٹ' (Heart) نے یہ انکشاف کیا ہے کہ اسرائیل فلسطین کے زیر زمین ایک فولادی دیوار تعمیر کر رہا ہے جس سے وہ تمام راستے مسدود ہوجائیں گے جس کے ذریعہ فلسطینی خفیہ طور پر ایک دوسرے سے ملتے ہیں، یہ دیوار اس فولادی دیوار سے زیادہ مضبوط ہوگی جو نہر سوئز پر تعمیر کی گئی تھی، اس کے ذریعہ اسرائیل چاہتا ہے کہ فلسطین تمام دنیا سے کٹ جائے اور چاروں طرف سے محصور ہوجائے، یعنی آبی راستے، زمینی راستے، ہوائی راستے اور زیر زمین راستے سب اس پر بند ہوجائے اور فلسطین پر اسرائیل کا مکمل کنٹرول ہوجائے۔ رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ زیر زمین یہ فولادی دیوار امریکہ میں تیار کی گئی ہے اور اب اسرائیل میں اس کی تعمیر بھی امریکی ہی کررہے ہیں۔

ایک طرف یہ صورت حال ہے جس کا آغاز صدر بش کے وقت سے ہوا اور پھر اوبامہ حکومت کے دور میں اس میں مزید سنگینی پیدا ہوئی، اور عالم اسلام کے حالات حالات مزید خراب ہوتے گئے، البتہ اوبامہ کے بیانات میں ''قیام امن'' کا ڈھنڈورا ضرور پیٹا جاتا ہے، اور انہی بیانات کی بدولت انھیں 'نوبل ایوارڈ' سے بھی نوازا گیا تھا لیکن صرف باتیں ہی کسی مسئلہ کا حل نہیں ہے، کیونکہ اس وقت دنیا میں جہاں بھی خانہ جنگی، دہشت گردی یا تخریب کاری کا بازار گرم ہے ان میں بالواسطہ یا بلا واسطہ امریکہ ضرور شامل ہے، اس لیے ضروری ہے کہ خود امریکہ اپنی پالیسیاں بدلے، دنیا بھر میں 'قیام امن' کا ڈھنڈورا پیٹنے سے امن قائم نہیں ہوسکتا بلکہ اس کے لیے ٹھوس اور مؤثر اقدام کی ضرورت ہے، عالمی تنازعات کو جنگ کے بجائے پرامن مذاکرات کے ذریعہ حل کرنے کی کوشش کی جائے، کیونکہ تشدد کی صورت میں حالات مزید خراب ہوجاتے ہیں اور ردعمل کے طور پر دہشت گردی جنم لیتی ہے، یہ اقدام خود امریکہ کے مستقبل کے لیے بھی مفید اور کارآمد ہیں ورنہ تاریخ گواہ ہے کہ حالات کے پلٹنے میں زیادہ دیر نہیں لگتی۔

بقیہ: جماعت وامامت-فضائل ومسائل

۴- جب سخت سردی اور بارش وکیچڑ ہو جس کی وجہ سے جماعت میں شرکت دشوار ہو، تو اس حالت میں بھی جماعت کا وجوب ساقط ہوجائے گا، اگر کوئی دشواری نہ ہو بالکل آسانی سے جماعت میں شریک ہوسکتا ہو تو وجوب ساقط نہیں ہوگا، کرفیو کے نفاذ کو بھی ا نہیں اعذار پر قیاس کیا جاسکتا ہے، اس کے لیے دلیل حضرت ابن عمر کی روایت ہے کہ جب ٹھنڈک اور بارش کی رات ہوتی تھی تو مؤذن کو حکم دیتے تھے کہ وہ کہے: سنو! نماز گھروں میں پڑھ لو۔ (بخاری)

۵- جب سفر کا ارادہ ہو اور جماعت سے نماز پڑھنے سے سواری چھوٹ جانے کا اندیشہ ہو۔

۶- کسی دشمن وغیرہ کا خوف ہو۔ (شامی: ۱/۴۱۰-۴۱۱، ہندیہ: ۱/۸۳، بدائع الصنائع: ۱/۳۸۴-۳۸۵)

امامت کون کرسکتا ہے؟

صحت مند مردوں کی امامت وہی کرسکتا ہے جس کے اندر چھ شرائط پائی جارہی ہوں:

۱-مسلمان ہو، ۲-عاقل ہو، ۳-بالغ ہو، ۴-مرد ہو، (یہ شرط اس وقت نہیں ہے جب عورت دوسری عورتوں کی یا بچہ بچوں کی امامت کرے) ۵-قراءت پر قادر ہو، ۶-اعذار سے خالی ہو۔

چنانچہ اگر کسی کے مسلسل خون نکل رہا ہو تو وہ صحت مندوں کی امامت نہیں کرسکتا، اپنے جیسے کی کرسکتا ہے، اسی طرح زبان میں لکنت ہو، اور حروف صحیح نہ نکل پاتے ہوں تو وہ بھی اس مرض سے خالی لوگوں کی امامت نہیں کرسکتا، خلاصہ یہ کہ امام یا تو مقتدی سے صحت میں اچھے حال میں ہو یا برابر ہو، کم درجہ کا ہو تو امامت نہیں کرسکتا۔ (شامی: ۱/۴۰۶)

جب چاند دیکھیں تو یہ دعا پڑھیں

"اَللّٰھُمَّ اَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْاَمْنِ وَ الْاِیْمَانِ وَ السَّلَامَةِ وَ الْاِسْلَامِ،
رَبِّي وَ رَبُّكَ اللّٰہُ، هِلَالُ رُشْدٍ وَ خَيْرٍ"

افطار سے پہلے کی دعا

"یَا وَاسِعَ الْفَضْلِ اِغْفِرْلِیْ"

افطار کی دعا

"اَللّٰھُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ "یا
"ذَھَبَ الظَّمأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ"

جب کسی کے یہاں افطار کریں

"اَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ وَاَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ"

تراویح میں ہر چار رکعت کے بعد یہ دعا پڑھیں

"سُبْحَانَ ذِي الْمُلْكِ وَ الْمَلَكُوتِ، سُبْحَانَ ذِي الْعِزَّةِ وَ الْعَظَمَةِ وَ الْهَيْبَةِ
وَ الْقُدْرَةِ وَ الْكِبْرِيَاءِ وَ الْجَبَرُوتِ، سُبْحَانَ ذِي الْحَيِّ الَّذِي لَا يَنَامُ وَ لَا يَمُوتُ،
سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّنَا وَ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَ الرُّوحِ، اَللّٰهُمَّ أَجِرْنَا مِنَ النَّارِ،
يَامُجِيرُ يَامُجِيرُ يَامُجِيرُ"

جب اعتکاف کی نیت سے مسجد میں داخل ہوں

"بِسْمِ اللّٰهِ دَخَلْتُ وَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَنَوَيْتُ سُنَّةَ الْاِعْتِكَافِ"

شب قدر کی دعا

"اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي"

R.N.I. No.
UPURD/2009/28748

Monthly
Payam-e-Arafat
Raebareli

Postal Reg. No.
RBL/NP - 09

Volume: 08 | JUNE - JULY 2016 | Issue: 06-07

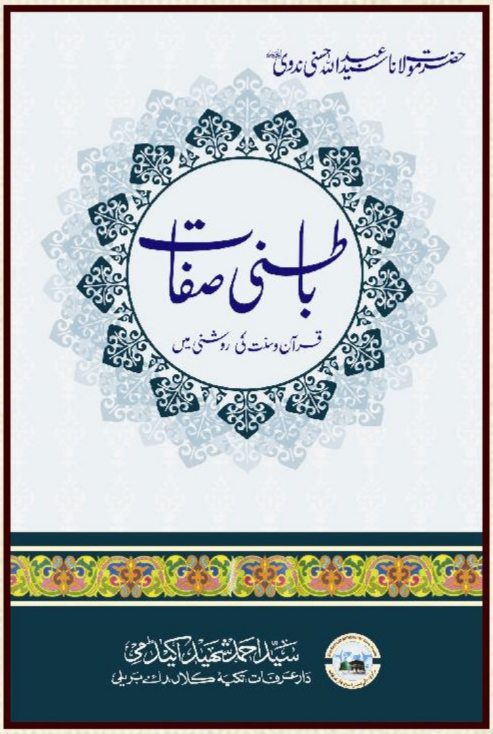

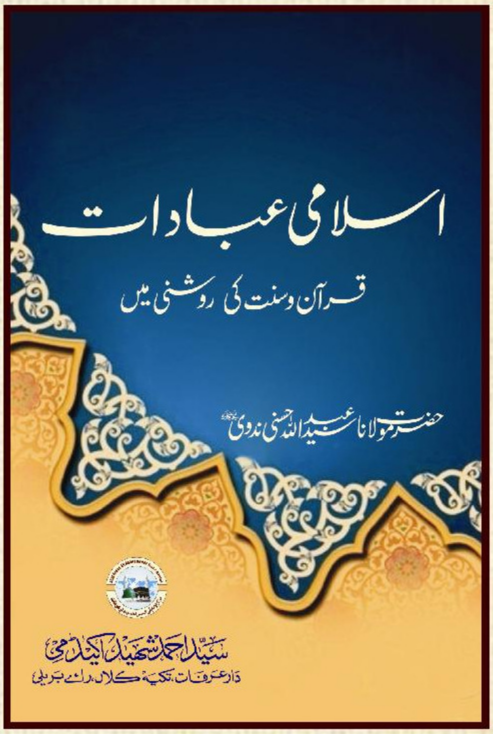

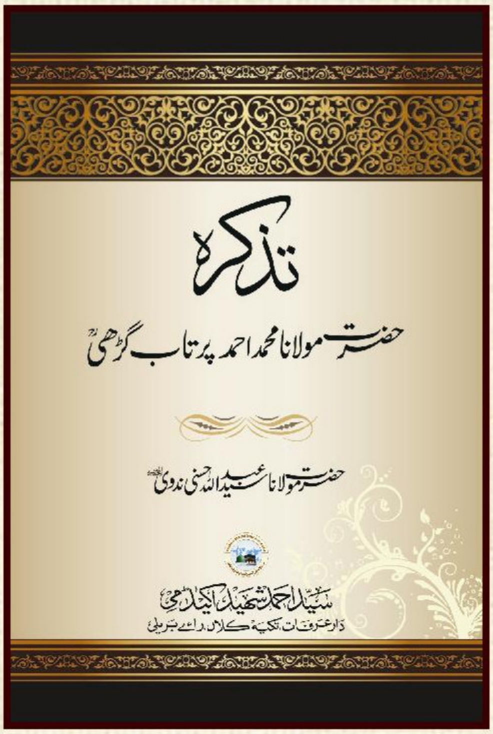

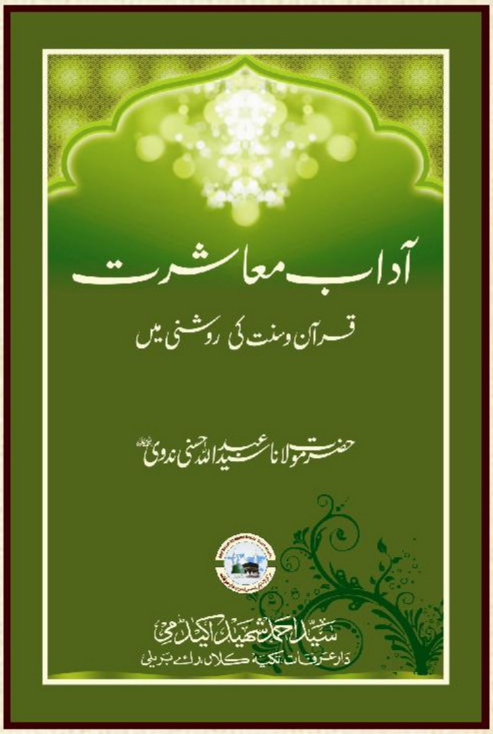

Editor: Bilal Abdul Hai Hasani Nadwi
MARKAZUL IMAM ABIL HASAN AL-NADWI
E-Mail: markazulimam@gmail.com - Dare Arafat, Takiya Kalan, Raebareli (U.P.) 229001 - Mobile: 9792646858
Printed & Published by: Mohammad Hasan Nadwi, On Behalf of Markazul Imam Abil Hasan Al-Nadwi.
Printed at S.A. Offset Printers, masjid ke Peeche, Phatak Abdullah Khan, Sabzi Mandi, Station Road, Raebareli (U.P.)